

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ بَدَّلُوا نِعْمَتَ اللَّهِ كُفْرًا وَأَحَلُّوا
قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ ۝ جَهَنَّمَ يَصْلَوْنَهَا ۖ وَبِئْسَ الْقَرَارُ ۝

کیا تم نے نہیں دیکھا ان لوگوں کو جنہوں نے اللہ کی نعمت
کو کفر سے بدل ڈالا اور اپنی قوم کو تباہی کے گڑھے میں
لا پھینکا، یعنی جہنم میں جو برا ٹھکانا ہے

(ابراهیم :- ۲۷ - ۲۸)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا
ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ ○ تُؤْتِيْٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍۢ بِاِذْنِ رَبِّهَا ؕ
وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ○ وَمَثَلُ كَلِمَةٍ
خَبِيْثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيْثَةِ ۨاجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْاَرْضِ مَا لَهَا مِنْ
قَرَارٍ ○ يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا
وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَيُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ ڐ وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ○

ابراھیم : ۲۴ تا ۲۷

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے پاک بات کی کیسی مثال بیان فرمائی ہے۔ وہ ایسی ہے جیسے پاکیزہ درخت، جسکی جڑ مضبوط اور شاخیں آسمان تک ہیں، جو اپنے رب کے حکم سے ہر وقت پھل دیتا ہے۔ اور اللہ مثالیں دیتا ہے لوگوں کے لئے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔

اور ناپاک بات کی مثال ایسی ہے جیسے ناپاک درخت، جسکو زمین کے اوپر ہی سے اکھاڑ کر پھینک دیا جائے۔ اس میں ذرا بھی استحکام و قرار نہیں۔

اللہ مومنوں کو صحیح اور پکی بات (دلیل) سے دنیا کی زندگی میں بھی مضبوط رکھتا ہے اور آخرت میں بھی رکھے گا۔ اور اللہ بے انصاف لوگوں کو گمراہ کر دیتا ہے۔ اور اللہ جو چاہتا ہے وہی کرتا ہے۔



مدیر مسئول — محمد اعظم

نائب مدیر — طارق نسیم

معاونین

محمد صدیق — امیر بادشاہ

عمر فاروق — عبدالقادر سومرو

کامران رشید — انعام اللہ خان

کتابی سلسلہ

۱۰

مقامِ اشاعت خط و کتابت کا پتہ:

دفتر حبل اللہ

۱۸ - اے - رفاہِ عام

ہاؤسنگ سوسائٹی - ملیر ہالٹ

کراچی - ۴۳

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ٥

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حدیثِ دل

اللہ تعالیٰ کا صد ہزار شکر ہے کہ اُس نے اِس گئے گذرے دَور میں ہمیں ایمان جیسی انمول نعمت سے نوازا۔ اپنے ایک مخلص بندے کو توفیق بخشی کہ اس نے صدیوں کی جمی ہوئی گرد، جس کو اصحاب جُبّہ و دستار کی "کرامات" نے دُنیا والوں کے لیے "خاکِ شفا" بنا دیا، کو جھاڑ کر نہ صرف ایمانِ خالص کے رُخِ روشن کو واضح کیا بلکہ اس کی روشنی سے ماحول میں پھیلے ہوئے شرک و بدعات کے اندھیروں کو مٹانے کی جدوجہد شروع کی۔ صدیوں پر محیط امّت کی بربادی کی اصل وجہ شرک اور اس کے سرپرست طاغوت کی نشاندہی کی گئی، پھر شرک اور طاغوت سے براءت اور بیزاری کے اعلان کے ساتھ الٰہ کم الٰہ واحد کی دعوت کا آغاز ہوا۔ چراغ سے چراغ جلے، یہاں تک کہ ربِ کریم کی تائید و نصرت سے ایک قافلہ ترتیب پا گیا، ملک کے طول و عرض میں کئی حلقے قائم ہوئے جو باقاعدہ ایک نظم کے تحت دعوتِ حق کی عظیم ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کے لئے تیار ہو گئے۔

مالک کا یہ احسان ہے کہ اس کے یہ کمزور بندے حالات کی ناسازگاریوں اور گوناگوں دشواریوں کے باوجود حسبِ توفیق دعوت کے کام کو آگے بڑھانے کے لئے کوشاں ہیں تاہم اس عظیم مقصد اور مقدّس امانت کے تقاضے کے طور پر ضرورت اس امر کی ہے کہ ہمیں اپنے حالات، ماحول میں سرگرم شیطانی قوتوں، نفس کی مُراداتوں اور اپنی صفوں کا مستقل جائزہ لیتے رہنا چاہیئے اور اس بات کی فکر رہنی چاہیئے کہ ہماری کسی غفلت اور تساہل سے اس مشن کو نقصان نہ پہنچ پائے۔ ہمیں قافلۂ انسانیت کے اُس ازلی دشمن (شیطان) سے ہر وقت چوکنّا اور ہوشیار رہنا چاہیئے جو ہر جگہ ہماری گھات لگائے بیٹھا ہے اور کوشش اس بات کی ہونی چاہیئے کہ ہمارا جو بھی قدم اُٹھے، پائیداری سے اُٹھے اور جو سعی بھی ہو مخلصانہ ہو۔ اللہ کے دین کو غالب کرنے کے لئے دعوت کے میدان میں اُترنے اور راستے کی مزاحمتوں سے نبرد آزما ہونے کے لئے جس طرح کی سیرت و کردار اور خلوص و بے نفسی کی ضرورت ہے، اللہ سے توفیق مانگتے ہوئے، وہ اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کریں اور یہ ضرورت اللہ کی کتاب سے تعلق جوڑنے اور اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنّت پر عمل پیرا ہونے سے ہی پوری ہو سکتی ہے۔

اِس عظیم راہ کے مسافروں کی نگاہیں اپنے مالک کی رضا و خوشنودی اور اس کی لازوال جنّتوں کے حصول پر رہنی چاہئیں نہ کہ نام و نمود، نفس کی معمولی خواہشات اور انا کے تقاضوں کو پورا کرنے پر۔

یاد رکھئیے! اگر ہم نے مالک کی اس بے پایاں نعمت کی قدر نہ کی، اپنے قول و فعل میں یکسانی پیدا کر کے اُس کے دین کے تقاضے کو پورا نہ کیا اور اس عظیم شن کو خواہشاتِ نفس کی فسوں کاریوں کی بھینٹ چڑھا دیا تو مالک کے ہاں انتہائی شدید جوابدہی اور کڑے حساب سے سابقہ پیش آئے گا اور ہمیں آخرت کے خسارے سے کوئی چیز نہ بچا سکے گی۔ اللہ کا دین ہماری ضرورت ہے۔ مالک کی ذات ہر ضرورت سے بے نیاز ہے۔

قرآن ساری انسانیت پر اس حقیقت کو واضح کرتا ہے۔ یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اَنۡتُمُ الۡفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ‌ۚ وَاللّٰهُ هُوَ الۡغَنِىُّ الۡحَمِيۡدُ‏ ○ اِنۡ يَّشَاۡ يُذۡهِبۡكُمۡ وَيَاۡتِ بِخَلۡقٍ جَدِيۡدٍ‌ۚ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيۡزٍ ○ (فاطر: ۱۵-۱۷)

اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو دین کے راستے میں پیش آنے والے حالات و مشکلات سے عہدہ برآ ہونے کے لئے ضروری ہدایات فرماتا ہے۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوا اصۡبِرُوۡا وَصَابِرُوۡا وَرَابِطُوۡا وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ ○ (آل عمران: ۲۰۰)

یہ ہدایات چار چیزیں اختیار کرنے اور ان پر مضبوطی کے ساتھ جمے رہنے کیلئے ہیں تاکہ اہل ایمان فلاح پا سکیں۔ پہلی چیز صبر یعنی اپنے آپ کو مزاحمتوں کے مقابلے میں جماتے رکھنا، عام اس سے کہ یہ خود اپنے اندر سے اٹھائیں یا خارج سے پیش آئیں۔ دوسری چیز مصابرت، جس کے معنی اپنے حریف کے مقابلے میں ثابت قدمی دکھانا ہے (بہتر اخلاق و کردار کی صورت میں) تیسری بات مرابطہ ہے، جس کا مطلب اپنے آپ کو مقابلے کے لئے تیار اور کمربستہ رکھنا ہے یعنی اخلاقی تیاری کے ساتھ ساتھ مادی تیاری کی ہدایت ہے اور چوتھی چیز تقویٰ ہے جو سارے دین کا خلاصہ اور مقصود ہے۔ اللہ کی مقرر کردہ تمام حدود و قیود کے اندر اخلاص و خشیت کے ساتھ نگرانی کرنا تقویٰ ہے۔ مالک فرماتا ہے۔ وَاِنۡ تُؤۡمِنُوۡا وَتَتَّقُوۡا فَلَـكُمۡ اَجۡرٌ عَظِيۡمٌ ○ (آل عمران: ۱۷۹) "کہ اگر تم ایمان لاؤ اور اللہ کی پکڑ کے ڈر سے بچو تو تمہارے لئے بڑا اجر ہے۔"

اللہ سے دُعا ہے کہ وہ ہمیں اپنے دین پر استقامت دے اور نفس اور شیطان کے حملوں سے اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین!

ایصالِ عذاب و ثواب

از محمد ہادی ابن محمد داؤد تور ڈھیر (صوبہ سرحد)

امتِ مسلمہ کی کامیابی کا اصل منبع قرآن و حدیث ہے اور اس بات کی گواہی خود قرآن پیش کرتا۔ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْآ اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْآ اَعْمَالَکُمْ (محمد: ۳۳) کہ اے ایمان والو! اللہ کی تابعداری کرو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری کرو اور اپنے اعمال برباد مت کرو۔ گویا قرآن و حدیث کے خلاف جو عمل بھی ہوگا وہ برباد ہے۔ ہاں! اپنے بڑوں، بزرگوں، آئمہ دین کی بات بھی قابلِ تسلیم ہے بشرطیکہ وہ قرآن و حدیث کے خلاف نہ ہو۔ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ (النساء: ۵۹) فرمایا اگر تمہارے درمیان کسی چیز میں اختلاف ہو جائے تو اس (اختلاف) کو اللہ اور رسول کی طرف پھیر دو۔ اور ساتھ ہی ساتھ یہ بات بھی یاد رکھنے کے لائق ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کبھی اللہ پاک کی بات کے خلاف نہیں ہو سکتی یعنی صحیح حدیث قرآن کے ہرگز خلاف نہیں ہو سکتی، اس لئے کہ وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی (النجم: ۳،۴) "محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنی طرف سے کوئی بات نہیں کہتے بلکہ وہی بات کہتے ہیں جو ان کی طرف وحی کی جاتی ہے۔ اب اللہ کی طرف سے جو بات بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تعلیم کی گئی، چاہے وہ قرآن ہو یا غیر قرآن (حدیث) سب منجانب اللہ ہے اور اللہ کی بات میں تضاد آ ہی نہیں سکتا۔ اللہ فرماتا ہے اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ وَلَوْ کَانَ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰہِ لَوَجَدُوْا فِیْہِ اخْتِلَافًا کَثِیْرًا (ترجمہ) "کیا یہ لوگ قرآن میں تدبر (غور و فکر) نہیں کرتے، اگر یہ قرآن اللہ کے علاوہ کسی اور کی طرف سے ہوتا تو لوگ اس میں بہت اختلاف پاتے" (النساء: ۸۲)

اسی اصول کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اب مسئلہ ایصال عذاب و ثواب کی طرف آئیے۔ اللہ کا شکر ہے کہ پوری امت ایصال عذاب کے عدم جواز پر متفق ہے یعنی آج اگر ایک زندہ آدمی کوئی گناہ کا کام کرے اور اس کے بعد اللہ سے دعا کرے کہ یا اللہ! میرے اس فعلِ بد کا عذاب میرے والدین یا فلاں شخص کو دے اور میرے گناہوں کی پاداش میں انہیں جہنم میں جھونک دے تو اس امت کے اندر کوئی بھی اس بات کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہوگا، کیونکہ یہ بات سراسر قرآن و حدیث کے خلاف ہے قرآن و حدیث نے اس مسئلہ کو چھیڑ کر صاف کر دیا ہے۔ واقعہ یہ ہوا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے ذکر ہوا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں اِنَّ الْمَیِّتَ لَیُعَذَّبُ بِبُکَاءِ الْحَیِّ کہ مُردہ پر زندہ کے رونے سے عذاب ہوتا ہے تو عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا یَغْفِرُ اللّٰہُ لِاَبِیْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَمَا اِنَّہٗ لَمْ یَکْذِبْ وَلٰکِنَّہٗ نَسِیَ اَوْ اَخْطَأَ کہ اللہ ابو عبدالرحمن کو بخشے انہوں نے جھوٹ نہیں بولا بلکہ ان سے بھول چوک ہو گئی، بات یہ ہے کہ اِنَّمَا مَرَّ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی یَھُوْدِیَّۃٍ یُبْکٰی عَلَیْھَا فَقَالَ اِنَّھُمْ لَیَبْکُوْنَ عَلَیْھَا وَاِنَّھَا لَتُعَذَّبُ فِیْ قَبْرِھَا "درحقیقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر ایک یہودی عورت پر ہوا کہ لوگ اس پر رو رہے تھے (اس کی وفات پر) تو آپ نے فرمایا کہ یہ لوگ اس پر رو رہے ہیں اور اس کو قبر میں عذاب ہو رہا ہے" (مسلم، کتاب الجنائز) اس معاملے کی مزید وضاحت بخاری اور مسلم کی دوسری روایتوں سے ہوتی ہے جن میں آتا ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے جب اس بات کا ذکر کیا گیا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ مُردے پر اس کے گھر والوں کے رونے سے عذاب ہوتا ہے تو عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اللہ عمر (رضی اللہ عنہ) پر رحم فرمائے، اللہ کی قسم! نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ اللہ مومن پر اس کے گھر والوں کے رونے سے عذاب کرتا ہے بلکہ انہوں نے یوں فرمایا کہ اللہ کافر کے عذاب میں، اس کے گھر والوں کے اس پر رونے سے زیادتی کر دیتا ہے پھر عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ تمہارے لئے قرآن کی یہ بات کافی ہے وَلَا تَزِرُ وَازِرَۃٌ وِّزْرَ اُخْرٰی (کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گا) یعنی ایک کا گناہ دوسرے پر نہیں ڈالا جائے گا۔ گویا قرآن کے اصول کے مطابق حدیث کا یہ مطلب لیا جائے گا کہ اگر مرنے والے نے وصیت کی ہو کہ میرے مرنے پر خوب چیخو، چلاؤ، کپڑے پھاڑو، بین کرو تو مُردے پر اس کی نیت و وصیت کی وجہ سے زندہ

لوگوں، اس کے گھر والوں کے اس فعل کی وجہ سے عذاب ہوگا کیونکہ اس میں اس کی اپنی کوشش اور مرضی شامل ہے، حدیث میں مرنے والے کا ذکر پر ان کے گھر والوں کے رونے پیٹنے کی وجہ سے عذاب میں زیادتی کا خاص طور پر ذکر اس لئے آیا ہے کہ ان کے ہاں یہ عام رواج ہے گویا ان کی مرضی شامل ہوتی ہے۔

اب آیئے ایصال ثواب کی طرف کہ قرآن و حدیث میں اس کے جواز کے سلسلے میں کیا دلائل ملتے ہیں یا یہ کہ ایصال عذاب کی طرح ایصال ثواب بھی نہیں ہوتا۔

قرآن و حدیث نے ہمیں تقدیم عمل پر ابھارا ہے۔ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ یَوْمٌ لَّا بَیْعٌ فِیْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ ط اے ایمان والو! ہمارے دیئے ہوئے (مال) میں سے اس دن کے آنے سے پہلے خرچ کر لو جس دن نہ کوئی سودا (لین دین) نہ دوستی اور نہ سفارش ہو سکے گی" (البقرہ: ۲۵۴) وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَیْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ۔ الآیۃ "اور جو نیکی بھی تم اپنے لئے آگے بھیجو گے اسے اللہ کے ہاں پاؤ گے (المزمل: ۲۰) گویا انسان دنیا میں اپنے لئے کچھ کر کے ہی اللہ کے ہاں بہتر اجر کی توقع کر سکتا ہے۔

وَاَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَیَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَآ اَخَّرْتَنِیْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِیْبٍ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ ۝ اور خرچ کرو اس (مال) میں سے جو ہم نے تم کو دیا ہے، اس سے پہلے کہ تم میں سے کسی کو موت آ جائے تو (اس وقت) کہنے لگے کہ اے میرے پروردگار تو نے مجھے تھوڑی سی اور مہلت کیوں نہ دی کہ میں خیرات کر لیتا اور نیک لوگوں میں شامل ہو جاتا" (المنافقون: ۱۰) اس آیت سے واضح کر دیا کہ آدمی مہلت عمر ختم ہونے کے بعد ارمان کریگا" پچھتائے گا کہ کاش زندگی میں کچھ اضافہ ہو جائے اور میں خیرات کر کے اپنے لئے کچھ کر لوں۔ اللہ تعالیٰ اس کو یہ نہیں کہتا کہ پشیمان مت ہو فکر کی کوئی بات نہیں، تمہارے مرنے کے بعد، تمہارے عزیز رشتہ دار سوئم، چہلم اور برسی منا کر اور ایسے موقعوں پر قرآن خوانی اور صدقہ خیرات کے ذریعہ تمہارے لئے کافی انتظام کر لیں گے، بلکہ اس وقت سے پہلے خبردار کرتا ہے۔ الغرض قرآن ایسی آیتوں سے بھرا پڑا ہے جن میں انسان کو ترغیب دی گئی ہے کہ اپنی موت سے پہلے آخرت کے لئے کچھ تیاری کر لو ورنہ اس وقت افسوس کرو گے جب یہ موقع ہاتھ سے جا رہا ہوگا اور احادیث کے اندر بھی یہی تعلیم دی گئی ہے۔ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَجُلٌ لِلنَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَیُّ الصَّدَقَةِ اَفْضَلُ قَالَ اَنْ تَصَدَّقَ وَاَنْتَ صَحِیْحٌ حَرِیْصٌ تَاْمُلُ الْغِنٰى وَتَخْشَى الْفَقْرَ وَلَا تُمْهِلُ حَتّٰى اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ قُلْتَ لِفُلَانٍ كَذَا وَلِفُلَانٍ كَذَا وَقَدْ كَانَ لِفُلَانٍ ۝

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ کون سا صدقہ افضل ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ صدقہ جو تم تندرستی میں، جبکہ تمہیں دولت کی حرص ہو، مالداری کی طلب ہو اور تنگدستی کا خدشہ ہو، کرو اور اس میں اتنی دیر نہ کرو کہ جب جان حلق تک پہنچ جائے تو تم کہو کہ فلاں کو اتنا دینا اور فلاں کو اتنا، کیونکہ اب تو فلاں کا ہو ہی گیا (یعنی وہ وارث ہے) (بخاری کتاب الوصایا)۔

قرآن کی موافقت میں بخاری کی یہ روایت اور اس جیسی بہت سی احادیث ہماری رہنمائی کرتی ہیں اور توجہ دلاتی ہیں کہ موت سے پہلے تندرستی میں کچھ کر لو ورنہ مرنے کے بعد یہ مال و جائداد تمہاری نہیں بلکہ وارثوں کی ہوگی۔ اور انہیں اپنے اپنے حصے کے مطابق اس میں سے لینے کا حق ہوگا۔

اب آیئے دوسرے پہلو کی طرف کہ کیا مہلت عمر گزر جانے کے بعد بھی انسان کے نامۂ اعمال کو بہتر بنانے کی کوئی گنجائش رہتی ہے یا نہیں اور کیا وفات شدہ لوگوں کو "ایصال ثواب" کے ذریعے فائدہ پہنچایا جا سکتا ہے؟ اللہ قرآن میں فرمایا ہے تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ج لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْــَٔلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ۝ "کہ یہ ایک گروہ تھا جو گزر گیا تھا ان کے لئے ان کی کمائی (کا بدلہ ہے) اور تمہارے لئے تمہاری کمائی (کا بدلہ) اور تم سے ان کے اعمال کے بارے میں نہیں پوچھا جائے گا" (البقرہ ۱۳۴) گروہ ہمارے انبیاء علیہم السلام اور ان کی صالح اولاد پر مشتمل جماعت جن کا جنت میں اعلیٰ مقام ہے کیونکہ ان کا جینا اور مرنا اسلام و اللہ کی فرمانبرداری کے لئے تھا جس کا اجر ان کو مل کے رہیگا جبکہ تمہارے لئے تمہارا عمل ہی کام آئیگا محض گزرے ہوئے برگزیدہ لوگوں سے نسلی تعلق یا کوئی نسبت تمہارے کام نہ آئیگی۔ دوسری جگہ مالک ارشاد فرماتا ہے۔ لَا یُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ط لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَیْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ط "کہ اللہ کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ مکلف نہیں بناتا اس کے لئے ہے (اس نیک کام کا اجر) جو اس نے کمایا اور اس پر ہے (اس گناہ کا بوجھ) جو اس نے کیا" (البقرہ: ۲۸۶ جز) فَكَیْفَ اِذَا جَمَعْنٰهُمْ لِیَوْمٍ لَّا رَیْبَ فِیْهِ وَوُفِّیَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ ۝ "پس کیا حال ہوگا جب ہم ان (لوگوں) کو ایک ایسے دن جمع کریں گے، جس کے آنے (میں کوئی شک نہیں اور

ہر نفس کو اس کی کمائی کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور ان پر کوئی ظلم نہ ہوگا (عدل و انصاف سے کام لیا جائے گا)" آل عمران، ۲۵)

مَنْ جَاهَدَ فَإِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهِ ط

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهِ ج وَمَنْ أَسَاءَ فَعَلَيْهَا ز ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّكُمْ تُرْجَعُونَ ہ "جس کسی نے نیک عمل کیا اس نے اپنے لئے کیا اور جس نے گناہ کیا تو اس کا بوجھ اسی پر ہوگا پھر تم اپنے پروردگار کی طرف لوٹائے جاؤ گے (الجاثیہ : ۱۵) غرض ایسی بے شمار آیات ہیں جن کا مطلب یہ ہے کہ انسان کو اپنی نیکی کا اچھا بدلہ ملے گا اور برائی کا قصاص ہوگا۔ اللہ کے عذاب کی پکڑ میں آئے گا۔ اس طرح قرآن نے فیصلہ کر دیا کہ جس طرح ایک گنہگار اپنے گناہوں کو دوسرے کے کھاتے میں ڈال کر اللہ کی گرفت سے جان نہیں چھڑا سکتا یہ بات اس کے اختیار سے باہر ہے اسی طرح ایک مسلمان اپنی نیکی کو گنہگاروں کے حساب میں ڈال کر ان کو اللہ کے عذاب سے نہیں بچا سکتا لیکن تعجب ہے کہ اللہ کی کتاب پر ایمان کے دعووں کے باوجود اس کے ایک اصول کو مانا جاتا ہے لیکن اسی طرح کے دوسرے اصول سے صرف نظر کیا جاتا ہے قرآن پاک نے تو واضح اصول بیان کر دیا ہے۔ وَأَن لَّيْسَ لِلْإِنسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ ه وَأَنَّ سَعْيَهُ سَوْفَ يُرَىٰ ه ثُمَّ يُجْزَاهُ الْجَزَاءَ الْأَوْفَىٰ ہ "اور یہ کہ انسان کے لئے وہی کچھ ہے جس کی اس نے کوشش کی اور یہ کہ اس کی کوشش جلد دیکھی جائے گی پھر اس کو پورا پورا بدلہ دیا جائے گا (النجم : ۳۹-۴۱)

بات صاف ہو گئی کہ انسان نہ اپنے گناہ کا بوجھ دوسرے پر ڈال سکتا ہے اور نہ نیکی کا کام کر کے اس کے ذریعے ایصال ثواب کر سکتا ہے۔ اب اس سلسلے میں احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی ملاحظہ فرمایئے جو یقیناً قرآن کی تشریح اور توضیح ہوتی ہے، اس کی تردید نہیں ہوتی۔ یہی حدیث اور سنت کا مقصد ہے۔

۱۔ إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثٍ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُو لَهُ (ترجمہ) "جب انسان مر جائے تو اس کا عمل منقطع ہو جاتا ہے۔ سوائے تین قسم کے اعمال کے (۱) صدقہ جاریہ (۲) علم جس سے فائدہ اٹھایا جاتا ہو (۳) نیک لڑکا جو اس کے لئے دعا کرتا رہے"۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مرنے کے بعد ایک مومن کو جو چیزیں فائدہ دیتی ہیں وہ تین ہیں پہلی چیز صدقہ جاریہ ہے یعنی ایک ایماندار شخص اپنی زندگی میں ایسے نیک کام کر جائے جن سے اللہ کی مخلوق فائدہ اٹھا رہی ہو مثلاً کنواں کھدوانا، مسجد یا مدرسہ بنانا، سڑک، پل اور مسافر خانہ بنانا، جب تک یہ چیزیں قائم ہیں اور لوگ ان سے فائدہ حاصل کر رہے ہیں، ان کو بنانے والے فوت شدہ مومن شخص کو برابر ثواب ملتا رہے گا انشاء اللہ۔ اور یہ اس شخص کا ذاتی فعل ہے کسی اور کا نہیں۔ دوسری چیز علم نافع ہے یہ بھی صدقہ جاریہ ہی ہے، اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو الگ بیان کر کے نمایاں کر دیا کہ میری امت قرآن و سنت کی تعلیم جاری کر کے اللہ کے ہاں سرخرو ہو۔ علم کا سیکھنا اور سکھانا اور پھر یہ نیت کہ قیامت تک لوگ اس پر عمل پیرا ہوں یہ بھی وفات شدہ مومن کا ذاتی فعل ہے۔ اس سلسلے میں ایک روایت ہے۔ مَنْ أَحْيَا سُنَّةً مِنْ سُنَّتِي قَدْ أُمِيتَتْ بَعْدِي فَإِنَّ لَهُ مِنَ الْأَجْرِ مِثْلَ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنَ النَّاسِ لَا يَنْقُصُ مِنْ أُجُورِ النَّاسِ شَيْئًا وَمَنِ ابْتَدَعَ بِدْعَةً لَا يَرْضَاهَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ فَإِنَّ عَلَيْهِ مِثْلَ إِثْمِ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنَ النَّاسِ (ابن ماجہ، ترمذی) یعنی جس نے میری ایسی سنت کو جو مر چکی تھی (جس پر عمل ترک ہو چکا تھا) پھر سے زندہ کیا (اس پر عمل جاری کر دیا) اس کے لئے اس پر تمام عمل کرنے والوں کا اجر ہوگا اور ان عمل کرنے والوں کے ثواب میں کوئی کمی نہ کی جائے گی اور جس نے کوئی ایسی بدعت جاری کی جسے اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم پسند نہیں کرتے (کہ ہر بدعت گمراہی ہے) اس پر ان تمام لوگوں کا گناہ ہوگا جنہوں نے اس پر عمل کیا اور اس پر عمل کرنے والوں کے گناہ میں کمی نہ کی جائے گی۔ گویا اس ترک شدہ سنت پر عمل کرنا اور لوگوں کو عمل کرنے کی دعوت دینا بھی صدقہ جاریہ ہے، اس میں اس شخص کے ذاتی عمل اور نیت کو دخل ہے مرنے کے بعد بھی ایسے مومنین کا عمل جاری ہے اور قیامت تک جتنے مومن قرآن سنت پر عمل پیرا ہوں گے ان کے درجات بلند ہوتے رہیں گے (اللَّهُمَّ زِدْ فَزِدْ) اس کے برعکس جس نے بے دینی، الحاد، کفر و شرک، بدعات اور برائیاں پھیلائی ہیں (اس میں ان کے ذاتی فعل اور نیت کو دخل ہے) قیامت تک ان کا نامۂ اعمال سیاہ ہوتا رہے گا اور ان پر برزخ (قبر) کا عذاب بڑھایا جائے گا۔

اللَّهُمَّ لَا تَجْعَلْنَا مِنْهُمْ وَاجْعَلْنَا مِنْ عِبَادِكَ الصَّالِحِينَ۔ آمین!

تیسری چیز نیک لڑکا جو اس کے لئے دعا کرتا ہے۔ اولاد بھی انسان کی اپنی کمائی ہے، نیک بچے کی تعلیم و تربیت میں والدین کا ذاتی عمل اور نیت شامل ہے اور اپنے مومن والدین کے لئے دعا کرنا قرآن سے بھی ثابت ہے۔

بلکہ تمام فوت شدہ امت مسلمہ کے لئے۔ رَبَّنَا اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ يَقُومُ الْحِسَابُ ہ (ابراھیم : ۴۱) قرآن اور احادیث میں ایسی دعائیں کثرت سے ملتی ہیں۔ دعا، اللہ تعالیٰ سے درخواست

ہے جس کی اس نے تعلیم دی ہے اور سب کے لئے مانگنے پر وہ خوش ہوتا ہے لیکن اپنے نافرمانوں اور شرک کرنے والوں کے لئے مغفرت کی دعا کرنے سے منع فرمایا ہے۔ مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولِي قُرْبَىٰ۔ الآیة "پیغمبر اور مومنین کے لئے زیبا نہیں کہ وہ مشرکین کے لئے مغفرت کی دعا کریں چاہے وہ ان کے قرابت دار ہی کیوں نہ ہوں" (توبہ : ۱۱۳)

قرآن کی تشریح میں اس حدیث سے اس بات کی وضاحت ہو گئی کہ مرنے کے بعد اہل ایمان کے عمل کا سلسلہ بھی سوائے مذکورہ بالا تین صورتوں کے منقطع ہو جاتا ہے اور ان میں بھی ان کے ذاتی فعل اور نیت کو دخل ہے۔

اب ان روایتوں کا جائزہ لیتے ہیں جن کو لوگ ایصال ثواب کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں۔ ۱۔ حدثنا محمد بن کثیر حدثنا اسرائیل عن ابی اسحٰق عن رجل عن سعدؓ بن عبادہ انہ قال یا رسول اللہ ان ام سعد ماتت فای الصدقۃ افضل قال الماء قال فحفر بیرا وقال ھذہ لام سعد (ابو داؤد)

"محمد بن کثیر روایت کرتے ہیں اسرائیل سے اور اسرائیل ابو اسحٰق سے اور وہ ایک آدمی سے اور وہ سعدؓ بن عبادہ سے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا، اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سعد کی ماں مر گئی ہے، پس کون سا صدقہ بہتر ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "پانی" پس انہوں نے کنواں کھودا، اور کہا کہ یہ سعد کی ماں کیلئے ہے" پہلے تو اس روایت کی اسناد پر نظر ڈالیے، راوی جو اس کے راوی کیسے ہیں، اس میں ایک "عن رجل" ہے۔ آدمی کا حال معلوم نہیں کہ کون ہے اور کیسا ہے؛ فن حدیث میں ایسی روایت قابل التفات ہی نہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ روایت کے متن سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ وہ ایصال ثواب کے لئے کر رہے ہیں۔ صحابہؓ اور صحابیاتؓ قرآن و سنت کے موافق وصیت کیا کرتے تھے اس لئے یہ روایت ایصال ثواب کے شیدائیوں کے لئے دلیل نہیں بن سکتی۔ اب آیئے انہی سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے متعلق دوسری کتب حدیث میں ابن عباسؓ بخاری کی روایت میں یوں فرماتے ہیں۔ "عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ سَعْدَ بْنَ عُبَادَةَ أَخَا بَنِي سَاعِدَةَ تُوُفِّيَتْ أُمُّهُ وَهُوَ غَائِبٌ فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّ أُمِّي تُوُفِّيَتْ وَأَنَا غَائِبٌ عَنْهَا فَهَلْ يَنْفَعُهَا شَيْءٌ إِنْ تَصَدَّقْتُ بِهِ عَنْهَا قَالَ نَعَمْ قَالَ فَإِنِّي أُشْهِدُكَ أَنَّ حَائِطِيَ الْمِخْرَافَ صَدَقَةٌ عَلَيْهَا" ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ سعد بنی عبادہ جو بنی ساعدہ کے بھائی بند تھے ان کی والدہ فوت ہو گئیں اور وہ انکے پاس موجود نہیں تھے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ میری والدہ وفات پا گئیں اور میں ان کے پاس موجود نہیں تھا۔ اگر میں ان کی طرف سے کچھ صدقہ کروں تو کیا وہ ان کو فائدہ دے گا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں! سعدؓ بن عبادہ نے کہا کہ میں آپؐ کو گواہ بناتا ہوں کہ میرا باغ مخراف ان کے لئے صدقہ ہے" (بخاری، کتاب الوصایا)

یہ روایت بھی ایصال ثواب کے قائلین کے لئے مفید نہیں اس لئے کہ سعدؓ بن عبادہ نے فرمایا إِنْ تَصَدَّقْتُ بِهِ عَنْهَا اگر میں ان کی جانب سے صدقہ کروں یہ نہیں فرمایا کہ ان کے لئے جس میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ عربی سے واقفیت رکھنے والے سمجھ سکتے ہیں کہ عنہ عنہا اور لہ، لہا (اس کی جانب سے اور اس کے لئے) میں کتنا فرق ہے۔ تو ضروری بات ہے کہ جب اپنی ماں کے لئے نہیں بلکہ اپنی ماں کی جانب سے صدقہ کرتے ہیں تو معاملہ ایصال ثواب کا نہیں بنتا جیسا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں۔ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أُمِّي افْتُلِتَتْ نَفْسُهَا وَأُرَاهَا لَوْ تَكَلَّمَتْ تَصَدَّقَتْ أَفَأَتَصَدَّقُ عَنْهَا قَالَ نَعَمْ تَصَدَّقْ عَنْهَا "عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میری ماں اچانک مر گئی اور میرا خیال ہے کہ اگر وہ بول سکتیں تو خیرات کرتیں کیا میں ان کی طرف سے صدقہ کروں؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں ان کی طرف سے صدقہ کرو"۔

(بخاری : کتاب الوصایا، مسلم، موطا، نسائی، ابن ماجہ)

اس حدیث نے پہلی حدیث کی بات کھول دی۔ یہاں رجلاً (مرد) کے بارے میں محدثین کہتے ہیں کہ یہ سعدؓ بن عبادہ ہیں۔ اگر وہ کچھ بات کرنے پاتیں تو ضرور کرتیں اور بیٹا موجود نہیں تھا۔ بیٹے کو اپنی ماں کا کچھ حال معلوم تھا اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھتے ہیں اور پوچھا بھی ہر مقام پر سعدؓ بن عبادہ کا ہے، کسی اور کا نہیں، معلوم ہوا کہ صحابہ کرامؓ میں ایصال ثواب کا مروجہ طریقہ رائج نہیں تھا۔ سعدؓ بن عبادہ کے بارے میں مزید وضاحت اس روایت سے ہوتی ہے۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ سَعْدَ بْنَ عُبَادَةَ اسْتَفْتَى رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّ أُمِّي مَاتَتْ وَعَلَيْهَا نَذْرٌ فَقَالَ اقْضِهِ عَنْهَا۔ "ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ سعدؓ ابن عبادہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فتویٰ پوچھا کہ میری ماں فوت ہو گئیں اور انہوں نے ایک منت مانی تھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کی طرف سے اسے پورا کر دو"

(بخاری، کتاب الوصایا)

یہی وہ روایت ہے کہ سعد بن عبادہؓ اور ان کی ماں کے متعلق تمام روایات کا خلاصہ اور نچوڑ ہے اس کے ذریعے اصل نتیجہ سامنے آیا کیونکہ قرآن اور صحیح احادیث کبھی بھی آپس میں نہیں ٹکراتے۔ ماں کا ایک ذاتی فعل تھا۔ فرمانبردار بیٹے نے پوچھ کر اس کو پورا کیا اور ایک صحابی ہو کر کیوں نہ پوچھتے ان کو معلوم تھا کہ ماں تو وفات پا گئیں اب میں دعا کے علاوہ اور کچھ نہیں کر سکتا لیکن انہوں نے جو منت مانی تھی اور موقع نہ ملنے کی وجہ سے پوری نہ کر سکیں، اس کا کیا...... ہوگا؟ قرآن و سنت نے مسائل کو بتایا کہ ترکے کی وصیت یا اس کے ذمہ جو قرض ہو اس کو پورا کرو۔ سورۃ النساء میں اللہ ارشاد فرماتا ہے۔ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِي بِهَا أَوْ دَيْنٍ" یعنی مرنے والے کی میراث اس کی وصیت اور قرضہ ادا کرنے کے بعد تقسیم ہوگی اور پھر قرض کا معاملہ تو وصیت سے بھی آگے ہے جیسا کہ بخاری میں آیا ہے وَيُذْكَرُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضَى بِالدَّيْنِ قَبْلَ الْوَصِيَّةِ۔

یعنی منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرض کو وصیت پر مقدم کرنے کا حکم دیا" (بخاری، کتاب الوصایا) اور ایک روایت میں ہے کہ "نَفْسُ الْمُؤْمِنِ مُعَلَّقَةٌ بِدَيْنِهِ حَتَّى يُقْضَى عَنْهُ" "مومن کی جان جب تک اس کی جانب سے اس کا قرضہ ادا نہ کر دیا جائے لٹکی رہتی ہے" (ترمذی)

ایصال ثواب کے شیدائیوں کو یہ روایت بار بار پڑھنی چاہیے کہ مرنے والے کے قرض خواہ جب آتے ہیں تو ان کو دھکا دیا جاتا ہے ٹال مٹول سے کام لیا جاتا ہے لیکن فضول رسموں، سوئم، چہلم اور برسیوں میں خوب گلچھرے اڑائے جاتے ہیں۔ آدھر فوت شدہ مومن اپنے قرضہ میں گرفتار ہے اور ادھر اس کے یتیم بچے اور بیوہ عورت اس فضول کھا پی کے بعد دربدر کی ٹھوکریں کھاتے ہیں اگر مالدار ہوں تو پھر بھی دین اسلام اور اپنے نبیؐ کے طریقے کے خلاف کرتے ہوئے دنیا اور آخرت کے مجرم بن جاتے ہیں۔

مسلم کی ایک روایت ہے عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ بِكَبْشٍ أَقْرَنَ يَطَأُ فِي سَوَادٍ وَيَبْرُكُ فِي سَوَادٍ وَيَنْظُرُ فِي سَوَادٍ فَأُتِيَ بِهِ لِيُضَحِّيَ بِهِ قَالَ يَا عَائِشَةُ هَلُمِّي الْمُدْيَةَ ثُمَّ قَالَ اشْحَذِيهَا بِحَجَرٍ فَفَعَلَتْ ثُمَّ أَخَذَهَا ...... وَأَخَذَ الْكَبْشَ فَأَضْجَعَهُ ثُمَّ ذَبَحَهُ ثُمَّ قَالَ بِسْمِ اللهِ اللَّهُمَّ تَقَبَّلْ مِنْ مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ وَمِنْ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ ثُمَّ ضَحَّى بِهِ" عائشہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسا مینڈھا

ہوگا اور اس کا کوئی قائل نہیں نہ اس کے بعد صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی زندگیوں میں اس طرح کی قربانی کی کبھی کوئی مثال دیکھنے میں آئی ہے۔ اس لئے بعض لوگوں کو اس کی خصوصیت تسلیم کرنا پڑی مثلاً وَزَعَمَ الطَّحَاوِيُّ أَنَّ هَذَا الْحَدِيثَ لانے کا حکم دیا جس کے سر پر سینگ ہوں اس کے پاؤں سیاہ ہوں اس کا پیٹ اور سینہ سیاہ ہو اور اس کی آنکھوں کا حلقہ سیاہ ہو، پس ایسا دنبہ لایا گیا آپ کی قربانی کے لئے آپ نے فرمایا اے عائشہؓ! چھری لے آؤ پھر فرمایا پتھر پر چھری کو تیز کر لو .... پس میں نے ایسا کیا، پھر آپ نے چھری کو پکڑا اور دنبے کو پکڑ کر پہلو کے بل لٹایا پھر بسم اللہ اللهم تقبل من محمد و آل محمد ومن امة محمد (بسم اللہ۔ اے اللہ! قبول فرما محمدؐ آل محمد اور امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے) کہہ کر اس کو ذبح کر ڈالا" (مسلم، بحوالہ مشکوٰۃ قربانی کا باب) حدیث کے متن پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایصال ثواب کے ثبوت کے لئے اس میں کوئی دلیل نہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خصوصی دنبہ لانے کے لئے کہا ایک ایسا دنبہ اَنَّ قَوَائِمَهُ وَبَطْنَهُ وَمَا حَوْلَ عَيْنِهِ اَسْوَدُ" جس کے پاؤں، پیٹ اور آنکھوں کے حلقے سیاہ ہوں، یہ ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فعل کی خصوصیت اور یہ بات کسی سے مخفی نہیں کہ انبیاء علیہم السلام کے بعض افعال ان کے ساتھ مخصوص ہوتے ہیں اس لئے ایسے کاموں کی وہ امت کو تعلیم نہیں دیتے ورنہ پھر تو اس طرح کا دنبہ ہر کسی کے لئے لازم ہوتا۔ مَنْسُوخٌ اَوْ مَخْصُوصٌ" طحاوی کا دعویٰ ہے کہ یہ حدیث یا تو منسوخ ہے یا مخصوص (شرح مسلم للنووی) بہر حال اس کے علاوہ جتنی روایات ہیں وہ منقطع، ضعیف اور من گھڑت ہیں جن کی قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کے مقابلے میں کوئی وقعت یا حیثیت نہیں ہے۔

پس قرآن و احادیث صحیحہ کی روشنی میں مندرجہ بالا تحریرات درج ذیل نتائج برآمد ہوتے ہیں، مرنے کے بعد ہر شخص کو اپنا ایمان اور عمل کام آنے کا دوسرے کا نہیں، فوت شدہ انسان کی وصیت ثلث مال (جائز) میں سے پوری کرنی چاہیئے (جائز امور میں)، کسی کے ذمہ جو قرض ہے وہ ادا کرنا چاہیئے، وصیت و قرضے کی ادائیگی ورثاء کو مال کی تقسیم سے پہلے کر دینی چاہیئے، صدقہ جاریہ اور علم وغیرہ جو اس نے چھوڑے ہیں کا فائدہ ان شاء اللہ ایصال ثواب کے بغیر اس کو ملتا رہے گا، اسی طرح گناہ جاریہ، شرک، بدعات، غلط رسم و رواج اور گناہ کے کام جتنے اس نے پھیلائے ہیں کی سزا بغیر ایصال عذاب کے اس کو ملتی رہے گی۔ تمام اہل ایمان وفات شدہ مومن

بقیہ صفحہ ۲۳ پر

دینی امور میں اجرت یا معاوضے کی حیثیت

تحریر
محمد مصطفیٰ
فاضل
دارالعلوم
دیوبند

ترتیب و اضافہ
ایس
طیب الرحمان
بن
محمد مصطفیٰ

دنیاوی امور میں کسی کا کام کرنے یا معاشی جدوجہد میں محنت اور وقت صرف کرنے کے عوض جو کچھ وصول کیا جاتا ہے، اس کو اجرت، مزدوری، معاوضہ یا تنخواہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ کتاب و سنت کی رو سے اس طرح کے کسب کو نہ صرف جائز اور حلال قرار دیا گیا ہے بلکہ کسب حلال کے لئے کی جانے والی کوشش بھی اللہ کے ہاں باعث اجر و ثواب ہے۔ اسی طرح دینی امور مثلاً قرآن پڑھنے اور پڑھانے، علم دین سکھانے، نماز پڑھنے اور پڑھانے اذان دینے، امامت اور خطابت کے فرائض انجام دینے اور تبلیغ دین وغیرہ کے سلسلے میں صرف کئے جانے والے وقت اور محنت کے بدلے جو پیسہ یا مال لیا جاتا ہے وہ بھی اجرت یا معاوضہ ہی کہلائے گا لیکن اس کا لینا ناجائز اور حرام ہے کیونکہ ان امور کا تعلق فرائض دین سے ہے جو خاص اللہ کے لئے اور آخرت کی کامیابی اور فائدے کے لئے کئے جانے چاہئیں اور اگر ان کی ادائیگی میں صرف شدہ محنت اور وقت کا معاوضہ پیسے اور مال کی شکل میں اسی دنیا میں وصول کر لیا جائے تو پھر اللہ کے ہاں ان کے اجر و ثواب سے محروم ہونا پڑے گا بلکہ عنداللہ یہ اعمال قابل قبول ہی نہ ہوں گے۔

اس کی مثال یوں سمجھیں کہ مسجد بنانا ایک نیک کام اور دینی خدمت ہے جس میں بہت سے افراد مل کر حصہ لیتے ہیں چنانچہ جب مولوی صاحب سے پوچھا جاتا ہے کہ ایک مسجد بہت سے مزدوروں اور کاریگروں نے مل کر بنائی، لیکن اس کے سامان کا خرچہ مزدوروں اور کاریگروں کو ان کی محنت کی اجرت اور معاوضہ وغیرہ ایک سیٹھ صاحب نے ادا کئے اب اس مسجد کو بنانے کا ثواب کس کو ملے گا تو مولوی صاحب بلا تردد فرماتے ہیں (اور حق بھی یہی ہے) کہ ثواب تو سیٹھ صاحب کے حصہ میں آئے گا کیونکہ باقی ماندہ افراد نے اپنے کام (وقت اور محنت) کا معاوضہ دنیا ہی میں حاصل کر لیا۔ لیکن اگر یہی سوال اس انداز میں دہرایا جائے کہ قرآن پڑھنا اور پڑھانا، اذان دینا، نماز پڑھانا، نکاح باندھنا اور تبلیغ دین کا کام کرنا وغیرہ سب ثواب کے کام ہیں اب ایسی صورت میں کیا ثواب اس شخص کو ملے گا جس نے سیٹھ صاحب کا کردار ادا کر کے ان میں سے کسی کار ثواب میں جان و مال کو خرچ کیا یا پھر مولوی صاحب کو ملے گا جو مزدور اور کاریگر کی طرح اپنے کام کا معاوضہ دنیا ہی میں وصول کر لیتے ہیں تو مولوی صاحب کے پاس اس کا جواب نہیں ہوتا۔

بالکل اسی طرح یہ عام فہم سی بات ہے کہ کسی نابینا شخص کو رفع حاجت کے لئے لیجانا یا راستہ پار کرا دینا نیکی کا کام ہے۔ کسی بیمار کی مزاج پرسی کرنا یا اس کو ڈاکٹر کے پاس لے جانا کار ثواب ہے، لیکن اگر کوئی شخص کسی کے ساتھ یہ نیکی کرنے کے بعد اس سے اس کا معاوضہ وصول کر لے تو پھر وہ عنداللہ اس کے ثواب کا حق دار نہیں رہتا۔ مگر حیرت ہے کہ تعلیم قرآن و حدیث امامت اور تبلیغ کے فرائض انجام دینے کے سلسلے میں یہ اصولی بات تسلیم نہیں کی جاتی اور ان کے ذریعے دنیا کمانے کے باوجود یہ سمجھا جاتا ہے کہ یہ کار خیر اور موجب اجر و ثواب ہے۔ حالانکہ یہاں بھی بعینہٖ وہی بات ہے۔ مثلاً کسی کو قرآن سکھا دینا نیکی اور کار ثواب ہے، اسی طرح نماز پڑھانا اور تبلیغ دین نیکی کے کام بلکہ اللہ کی طرف سے عائد کردہ فرائض ہی سے ہیں، اب اگر کوئی شخص ان کا معاوضہ (ثواب) اللہ سے لینے کے بجائے، اس کے بندوں سے وصول کرے تو پھر نہ وہ کار ثواب رہے گا اور نہ اللہ کی بارگاہ میں ان فرائض کی ادائیگی مقبول ہوگی کیونکہ ایک تو نیکی کو فروخت کر کے معاوضہ وصول کر لیا گیا ہے اور دوسرے اللہ کے حضور ان فرائض کی ادائیگی، اس کی رضا اور خوشنودی کے بجائے دنیاوی مفاد کے لئے کی گئی ہے۔

دینی خدمت کے نام پر ایک بڑی غلط فہمی

تعلیم و تعلم قرآن و حدیث، امامت و خطابت اور تبلیغ دین وغیرہ

سب دینی امور ہی نہیں بلکہ فرائض دینی میں شامل ہیں۔ لیکن ان کو ادا کرکے ان پر معاوضہ لینے کے بعد بھی اس کو دینی خدمت کا نام دیا جاتا ہے۔ حالانکہ خدمت اس احسان اور بھلائی کو کہا جاتا ہے جس کے عوض کچھ نہیں لیا جاتا۔ آج موذن، امام، مبلغ، مدرس، حافظ قرآن اور مفتی سب نہ صرف اپنے اپنے کام کا معاوضہ اور تنخواہ وصول کر رہے ہیں بلکہ وہ اس کو نیکی کا کام اور دینی خدمت قرار دے رہے ہیں۔ اس طرح دین کی آڑ میں یہ جنگ زرگری جاری ہے اور یہ کچھ کرنے کے بعد بھی ان کے دعوے ہیں کہ یہ دین کے خدمتگار ہیں۔ ظاہر ہے اس سے بڑھ کر مکر و فریب، جھوٹ اور دھوکے پر دعویٰ اور کیا ہوگا۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ خدمت دین نہیں بلکہ دین فروشی ہے انتہائی صدمہ اور دکھ کی بات یہ ہے کہ دین اسلام کے ساتھ خود اس کے نام لیواؤں، نام نہاد پاسبانوں، مولویوں اور پیروں نے

جو ورتم کا سلسلہ شروع کر رکھا ہے اور ان احبار و رہبان کی چالاکی ہاتھ کی صفائی اور شعبدہ بازی کا کمال یہ ہے کہ مالک کے حکم کے برعکس کہ میرے دین کے لئے جان و مال کو صرف کرو، اس کا معاوضہ تمہیں جنت کی لازوال بادشاہی کی صورت میں ملے گا۔ انہوں نے اسی دین اسلام کے ذریعے قرآن و حدیث کے نام پر دنیا کمانے کا کرشمہ دکھا دیا ہے۔ دینی خدمت کے نام پر دولت بٹورنے کا کام آج بام عروج پر ہے لیکن حیرت کی بات ہے کہ اس شہرہ آفاق فراڈ کے متعلق اس امت کو کچھ خبر نہیں ہے بلکہ یہ بھولی بھالی قوم دین فروشوں کو نذرانوں کی صورت میں دولت دیکر خوش ہے اور اس زعم میں مبتلا ہے کہ اس نے یہ دولت اللہ کے دین کے لئے خرچ کی ہے جب کہ حقیقت یہ ہے کہ یہ کار ثواب کے بجائے بدترین گناہ ہے۔ دین فروش کو دینی امور میں معاوضہ دینا دین فروشی میں اعانت کرنا ہے۔ گناہ کے کام میں معاونت گناہ ہی ہے گویا دین فروش مولوی نے گناہ کے ذریعے دولت کمائی اور معاون نے دولت دے کر گناہ خرید لیا۔ اسی وجہ سے اللہ نے اپنے مومن بندوں کو اپنی کتاب مقدس کے ذریعے ہوشیار کیا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ كَثِيرًا مِّنَ الْأَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَأْكُلُونَ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ (توبہ ۳۴) اے اہل ایمان! بے شک اکثر مولوی اور پیر لوگوں کا مال باطل طریقے سے کھاتے ہیں اور ان کو اللہ کے راستے سے روکتے ہیں۔

تراویح پڑھانے والا حافظ:-

صلوٰۃ تراویح پڑھانے کے لئے جو حافظ رکھا جاتا ہے اس کو بھی قرآن سنانے کا معاوضہ دیا جاتا ہے۔ اس کے جواز کے لئے تاویل بھی کی جاتی ہے کہ نہ تو حافظ صاحب نے معاوضہ طلب کیا اور نہ ہی ہم نے مقرر کیا ہے بلکہ بعد از ختم قرآن ہم نے اپنی مرضی سے دیا ہے اس لئے یہ جائز ہے۔ درحقیقت یہ ایک اور چالبازی ہے اور ایسی چالبازی مالک کے ہاں کام نہ آسکے گی جب حافظ کے دل میں پیسہ کمانے کا پروگرام ہے اور مقتدیوں کے دل میں اس کو نوازنے کا ارادہ ہے اور اس لین دین کا باقاعدہ رواج اور دستور ہے تو اس کے علاوہ اور کسی تعین کی کیا ضرورت ہے۔ گو زبان سے کچھ نہ کہا جائے، اندر تو لین دین کے پختہ ارادے ہیں۔ کیا اللہ کو ایسے چالبازوں کے دل کی چوری کا علم نہیں؟ ایک دن دونوں قسم کے چالباز مالک کی سخت گرفت میں ہونگے إِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيدٌ ۝

دینی امور میں اُجرت سے متعلق قرآن و حدیث کے احکامات:-

اللہ تعالیٰ قرآن میں ارشاد فرماتا ہے:-

(۱) وَلَا تَشْتَرُوا بِآيَاتِي ثَمَنًا قَلِيلًا وَإِيَّايَ فَاتَّقُونِ ۝

اور میری آیتوں کے عوض حقیر معاوضہ نہ لو اور مجھ ہی سے ڈرو۔ (البقرہ)

(۲) فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ وَلَا تَشْتَرُوا بِآيَاتِي ثَمَنًا قَلِيلًا ۚ وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ ۝

"پس لوگوں سے نہ ڈرو اور مجھ ہی سے ڈرو اور میری آیتوں کے بدلے حقیر معاوضہ نہ لو۔ اور جو اللہ کے اتارے ہوئے حکم کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہی کافر ہیں" (المائدہ ۴۴)

(۳) وَلَا تَشْتَرُوا بِعَهْدِ اللَّهِ ثَمَنًا قَلِيلًا ۚ إِنَّمَا عِندَ اللَّهِ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ۝

اور اللہ سے کئے گئے عہد کو حقیر قیمت کے عوض مت بیچو، اللہ پاس جو (اس کا اجر) مقرر ہے وہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم سمجھو (النحل ۹۵)

قرآن و سنت میں اس امر کی پوری وضاحت موجود ہے کہ ہر قسم کے دینی امور پر کسی قسم کا معاوضہ، اجرت و تنخواہ ناجائز و حرام ہے۔ بایں ہمہ اس امت کے نام نہاد علماء نے دین کے ایک ایک کام کا معاوضہ ٹھہرا اللہ کے بجائے اللہ کے بندوں سے وصول کر کے قرآن و سنت کا عملی طور پر انکار کر دیا ہے جب یہ بات ان کے سامنے رکھی جاتی ہے تو وہ

قرآنی آیات کی عجیب عجیب تاویلیں کرنے لگتے ہیں، کبھی کہتے ہیں یہ احکام بنی اسرائیل کے متعلق ہیں کبھی کہتے ہیں ان آیات کا شانِ نزول تو دیکھیں یہ ایک مخصوص واقعہ سے تعلق رکھتی ہیں لیکن ایک صحیح العقیدہ مسلمان کا یہ ایمان ہونا چاہیے کہ کلام اللہ کسی مخصوص واقعہ یا وقتی ضرورت کے لئے ہی نہیں بلکہ قیامت تک پوری نسل انسانیت کے لئے منبع رشد و ہدایت ہے، قرآنی احکام صرف یہود و نصاریٰ کے فعل شنیع کو روکنے کے لئے ہی نہیں بلکہ قیامت تک جو بھی یہود و نصاریٰ کی طرح دین فروشی کا کام کریں انکے لئے عبرت کا سامان ہیں اور قرآن کی یہ آیات ان پر منطبق ہوتی ہیں۔

ایک جلیل القدر صحابی کا بیان:۔

وَقَدْ ذُكِرَتْ هٰذِهِ الآيَةُ عِنْدَ حذيفة بن اليمانؓ ۔

فقال الرجل" ان هذه في بني اسرائيل" قال حذيفة" نعم الاخوة لكم بنو اسرائيل ان كان لكم حلوة ولهم كل مرة كلا والله لتسلكن طريقهم قدر الشراك واخرج ابن المنذر عن ابن عباسؓ" قال نعم القوم انتم ان كان ما كان من حلو فهو لكم وما كان من مر فهو لاهل الكتاب

"(معاوضہ والی آیت) حذیفہؓ بن الیمان کے سامنے بیان کی گئی تو ایک آدمی نے کہا کہ یہ تو بنی اسرائیل کے بارے میں ہے، حذیفہؓ نے فرمایا کتنے اچھے ہیں تمہارے بھائی بنی اسرائیل کہ میٹھا میٹھا سب تمہارے لئے اور کڑوا کڑوا سب ان کے لئے! ہرگز نہیں، اللہ کی قسم! تم انہی کے طریقے پر قدم بقدم چلوگے اور ابن المنذر نے ابن عباسؓ سے بیان کیا ہے، فرمایا ابن عباسؓ نے تم بھی کیا اچھی قوم ہو کہ جو کچھ میٹھا میٹھا ہو وہ تمہارے لئے اور جو کڑوا ہو وہ اہل کتاب کے لئے!"

موجودہ دور کے علماء بھی یہی کہتے ہیں کہ یہ قرآنی احکام بنی اسرائیل کے متعلق تھے ظاہر ہے اگر یہ قرآن کے تینی احکامات کی اس طرح تاویل نہ کریں تو ان کے کاروبار پر زد پڑتی ہے اور پیٹ پر ضرب پڑ جائے، نا ممکن ہے

احادیث نبوی صلے اللہ علیہ وسلم:۔

۱۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بخاری میں قرآن کو روٹی کمانے کا ذریعہ بنانے کے گناہ کا باب باندھا ہے۔ بابُ مَنْ رَآیا بِقِرَاءَةِ القُرآنِ اَوْ تَاَکَّلَ بِهِ اَوْ فَخَرَ بِهِ ، یعنی باب اس شخص کے گناہ کا جو قرآن کو ریاکاری کے لئے پڑھے یا اس کو روٹی کمانے کا ذریعہ بنائے یا فخر کے لئے پڑھے (بخاری، کتاب التفسیر)

۲۔ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَعَلَّمَ عِلْمًا مِمَّا یُبْتَغٰی بِهٖ وَجْهُ اللّٰهِ لَا یَتَعَلَّمُهٗ اِلَّا لِیُصِیْبَ بِهٖ عَرَضًا مِنَ الدُّنْیَا لَمْ یَجِدْ عَرْفَ الْجَنَّةِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ یَعْنِیْ رِیْحَهَا۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اس علم کو جس سے اللہ کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے، اس غرض سے سیکھے کہ وہ اس سے دنیا کی متاع حاصل کرے گا تو قیامت کے دن وہ جنت کی خوشبو تک نہ پائے گا۔ (ابو داؤد ابن ماجہ بحوالہ مشکوٰۃ، باب العلم)

۳۔ عن عبدالرحمٰنؓ بن شبل انصاری قال سمعت من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اقرؤا القرآن ولا تاکلوا به

عبدالرحمٰن بن شبل انصاری فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ قرآن کو پڑھو (اس کا علم حاصل کرو) مگر اسے روٹی کمانے کا ذریعہ نہ بناؤ۔ (مسند احمد ج۳ ص۴۲۸)

۴۔ عَنْ بُرَیْدَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَأَ الْقُرْاٰنَ یَتَاَكَّلُ بِهِ النَّاسَ جَآءَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَوَجْهُهٗ عَظْمٌ لَیْسَ عَلَیْهِ لَحْمٌ۔

بریدہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جس نے قرآن پڑھ کر لوگوں سے اسے روٹی حاصل کرنے کا ذریعہ بنایا وہ قیامت کے دن اس صورت میں آئے گا کہ اس کے چہرے پر صرف ہڈی ہوگی، گوشت نہ ہوگا۔ (رواہ البیہقی بحوالہ مشکوٰۃ باب اختلاف قرأت)

کیا انبیاء علیہم السلام نے لوگوں سے کسی معاوضے کا سوال کیا؟

قرآن میں مختلف مقامات پر انبیاء علیہم السلام کا اعلان نقل کرکے اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ انہوں نے ہر دور میں اپنی اپنی قوم کے سامنے اللہ کے دین کی دعوت پیش کی۔ انسانیت کی خیر خواہی کا حق ادا کردیا، اس راہ میں ہر طرح کی تکالیف برداشت کیں لیکن کبھی اس کے عوض لوگوں سے کسی اجر یا معاوضے کا سوال نہیں کیا بلکہ وہ اپنے مالک سے ہی اجر کے طالب بن کر یہ فریضہ انجام دیتے رہے اس سلسلے میں ملاحظہ ہوں درج ذیل آیات قرآنی۔

۱۔ قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٰی لِلْعٰلَمِیْنَ ۝

"کہدو کہ میں تم سے اس قرآن (پیش کرنے) پر کوئی معاوضہ نہیں مانگتا یہ تو محض سارے جہان والوں کے لئے ایک نصیحت ہے (الانعام: ۹۰)

۲ - فَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَمَا سَأَلْتُكُمْ مِنْ أَجْرٍ ۖ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى اللَّهِ ۖ وَأُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ ○ "(نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا) پس اگر تم نے (حق کی طرف سے) منہ پھیر لیا تو میں نے تم سے کچھ معاوضہ نہیں مانگا۔ میرا اجر تو اللہ ہی کے ذمہ ہے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں فرمانبرداروں میں رہوں۔" (یونس ۷۲)

۳ - وَيَا قَوْمِ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مَالًا ۖ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى اللَّهِ ۚ وَمَا أَنَا بِطَارِدِ الَّذِينَ آمَنُوا ۚ إِنَّهُمْ مُلَاقُو رَبِّهِمْ وَلَٰكِنِّي أَرَاكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُونَ ○

(نوح علیہ السلام اپنی قوم سے مخاطب ہیں) "اور اے میری قوم میں اس دین کی دعوت پر تم سے کوئی مال نہیں مانگتا۔ مجھے تو اللہ ہی سے اجر کی امید ہے اور میں ایمان قبول کرنے والوں کو ہانکنے والا نہیں، وہ تو اپنے پروردگار سے ملنے والے ہیں لیکن میں دیکھتا ہوں کہ تم لوگ جہالت میں مبتلا ہو۔" (ہود ۲۹)

۴ - يَا قَوْمِ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا ۖ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى الَّذِي فَطَرَنِي ۚ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ○ ("ہود علیہ السلام اپنی قوم سے خطاب کر رہے ہیں")

"اے میری قوم! میں اس (وعظ و نصیحت) کا تم سے کچھ صلہ نہیں مانگتا۔ میرا صلہ تو اس ہستی کے ذمہ ہے جس نے مجھے پیدا کیا۔ بھلا تم عقل سے کام کیوں نہیں لیتے؟" (ہود ۵۱)

۵ - اللہ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق گواہی دے کر ان کی دلجوئی فرماتا ہے۔

وَمَا تَسْأَلُهُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ ۚ إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِلْعَالَمِينَ

"اور (اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم) تم ان سے اس (خیر خواہی) کا کوئی معاوضہ تو نہیں مانگتے یہ (قرآن) تمام جہان والوں کے لئے محض ایک نصیحت ہے۔"

۶ - سورۃ الشعراء میں مالک اپنے انبیاء نوح، ہود، صالح لوط اور شعیب علیہم السلام کا ذکر فرماتا ہے جنہوں نے اپنی اپنی قوم کے سامنے ان کی طرف سے کسی نقصان یا فائدے کی امید سے بے پرواہ ہو کر اللہ کے دین کی دعوت پیش کی اور واشگاف اعلان فرمایا کہ وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ ۖ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَىٰ رَبِّ الْعَالَمِينَ ○ "ہم خالص تمہاری خیر خواہی کے جذبے سے تم کو اللہ کی طرف بلاتے ہیں) تم سے اس دعوت (اور خیر خواہی) .... کے عوض کسی اجر یا معاوضے کا سوال نہیں کرتے ہمارا اجر سارے عالم کے پروردگار کے پاس ہے جس کے ہم امیدوار ہیں۔

۷ - سورۃ سبا میں رب العالمین اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا والوں کی طرف سے کسی اجر یا معاوضے سے اعلانِ برأت کا حکم دیتا ہے کہ:- قُلْ مَا سَأَلْتُكُمْ مِنْ أَجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ ۖ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى اللَّهِ ۖ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ○ "کہو میں نے تم سے کچھ اجر یا صلہ مانگا ہو تو وہ تمہارا (تمہیں مبارک ہو) میرا اجر اور صلہ تو اللہ ہی کے ذمہ ہے جو ہر چیز پر شاہد ہر چیز سے باخبر ہے۔" (سبا: ۴۷)

امامت کے بہانے دین فروشی کی مختلف تاویلیں:-

مقام حیرت ہے کہ امام مقتدیوں سے قیمت وصول کرتا ہے، سوال یہ ہے کہ قیمت کس چیز کی ہے؟ اگر صلوٰۃ سکھانے کی قیمت ہے تو کہا جاتا ہے لیکن ایسی بات تو نہیں ہے کہ امام کو صلوٰۃ آتی ہے اور مقتدیوں کو نہیں آتی۔ اگر کہا جائے کہ امام مقتدیوں کو صلوٰۃ پڑھانے کی تنخواہ لیتا ہے تو پھر یہ صلوٰۃ تو مقتدیوں کی ہوئی امام کی اپنی صلوٰۃ کا کیا بنا؟ اگر کہا جائے کہ جماعت کرانے کی ہے تو یہ بھی صلوٰۃ ہی تو ہے کیونکہ مقتدی امام کی اقتداء میں جو صلوٰۃ ادا کرتے ہیں وہ صلوٰۃ باجماعت ہے جو امام اور مقتدیوں کی مشترکہ صلوٰۃ ہے اس طرح دونوں نے اپنی صلوٰۃ ادا کی پھر اپنی صلوٰۃ ادا کرنے پر تنخواہ کیوں لی جاتی ہے اور معاوضہ کس بات کا وصول کیا جاتا ہے؟

مقتدیوں پر بھی حیرت ہے کہ وہ امام کو تنخواہ دیتے ہیں اگر کہا جائے کہ امامت میں محنت اور وقت کا معاوضہ دیا جاتا ہے تو پھر صلوٰۃ تو امام کی ہوئی مقتدیوں کی صلوٰۃ کہاں گئی؟ یہاں آ کر ایک بات صاف ہو گئی کہ جب تنخواہ لینے کی وجہ سے امام کی صلوٰۃ نہیں ہوئی تو یقیناً مقتدیوں کی بھی نہیں ہوئی ساری محنت اکارت گئی لیکن امام کی محنت نے کچھ کرشمہ دکھایا کہ اس نے تنخواہ وصول کر لی جب کہ مقتدیوں نے مال بھی صرف کیا اور ہاتھ سے بھی گئے۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ امام پابند ہیں لہٰذا تنخواہ پابندیٔ وقت کی لی جاتی ہے امامت کی نہیں لیکن غور کیا جائے تو صلوٰۃ کے لئے وقت کی پابندی صرف امام کے لئے ہی نہیں بلکہ ہر مومن کے لئے وقت کی پابندی سے صلوٰۃ کی ادائیگی ضروری ہے۔ مالک کا فرمان ہے۔

إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَوْقُوتًا ○

"بے شک صلوٰۃ مومنوں پر مقررہ اوقات میں فرض کی گئی ہے۔" (النساء ۱۰۳)

ادائیگیٔ صلوٰۃ کے بعد ہر آدمی اپنی روزی کی تلاش کے لئے آزاد ہے مالک کی طرف سے کوئی پابندی نہیں، یہ جو وقت کی پابندی تو اس کی اپنی بنائی ہوئی ہے تاکہ اس طرح امامت کے بہانے دین فروشی کا عمل جاری رکھے۔

آج احکامات الٰہی کو چھپایا جا رہا ہے تاکہ دین فروشی کا عمل جاری رہے

کسی مسئلہ کو ثابت کرنے کے لئے قرآن کی ایک آیت ہی کافی ہوتی

ہے لیکن اس مسئلہ اجرت کی وضاحت کے لیے تو بیسیوں قرآنی آیات ہیں متعدد احادیث ہیں، انبیاء علیہم السلام، صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور تابعین، تبع تابعین کی پوری زندگی کا عمل سامنے ہے لیکن اس کے باوجود آج دین فروش ان کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں اور اجرت کے متعلق احکامات الٰہی کو عمداً چھپایا جا رہا ہے۔ ان پر قرآن کی یہ آیت پوری طرح صادق آتی ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنزَلَ اللَّهُ مِنَ الْكِتَابِ وَيَشْتَرُونَ بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا ۙ أُولَٰئِكَ مَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ إِلَّا النَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۔

"بے شک وہ لوگ جو اللہ کی کتاب سے نازل کی گئی (ہدایات) کو چھپاتے ہیں اور ان کے بدلے متاع قلیل وصول کرتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں محض آگ بھرتے ہیں۔ ایسے لوگوں سے اللہ قیامت کے روز نہ کلام کرے گا اور نہ ان کو پاک کریگا اور ان کے لیے تو دردناک عذاب ہے۔" (البقرۃ ۱۷۴)

اللہ کے حکم کے مقابلے میں کس قدر جرأت و جسارت ہے دین فروشوں کی کہ تعلیم قرآن، امامت، خطابت کا معاوضہ لیتا ہے اور پھر اپنے ان اعمال کو نیکی اور کار ثواب بھی سمجھتا ہے بلکہ اپنی تحریروں اور تقاریر میں اس کو بڑی شدومد سے پیش کرتا ہے کہ ہم بہت بڑا دینی کام اور دینی خدمت سرانجام دے رہے ہیں۔ ان کی اس عمداً توجیہ کا بھی مالک سبب بیان کرتا ہے۔ فَوَيْلٌ لِّلَّذِينَ يَكْتُبُونَ الْكِتَابَ بِأَيْدِيهِمْ ثُمَّ يَقُولُونَ هَٰذَا مِنْ عِندِ اللَّهِ لِيَشْتَرُوا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا ۔

"بربادی ہے ان لوگوں کے واسطے جو اپنے ہاتھوں سے کتاب لکھتے ہیں پھر کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے (یہ اس لئے کرتے ہیں) تاکہ اس کے بدلے حقیر معاوضہ لیں" (البقرۃ: ۷۹)

قرآن وحدیث کے واضح دلائل کے باوجود ہٹ دھرمی :-

قرآن وحدیث کے ان بیّن دلائل کے باوجود بھی ہٹ دھرمی یہ ہے کہ جب کوئی جواب نہیں بن پڑتا تو سوال کیا جاتا ہے کہ پھر مولوی کہاں سے کھائے گا؟

اس کا جواب بھی قرآن وسنت ہی کے واضح طور پر مل جاتا ہے کہ مولوی وہاں سے کھائے، جہاں سے انبیاء علیہم السلام کھاتے تھے۔ کیونکہ علماء انبیاء کے وارث ہیں اور انبیاء روٹی کمانے کے لیے کسی کو درہم و دینار کا وارث نہیں بناتے بلکہ علم کا وارث بناتے ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ان العلماء ورثۃ الانبیاء ان الانبیاء لم یورثوا دینارا ولا درھما انما ورثوا العلم فمن اخذہ اخذ بحظ وافرہ

"یعنی بے شک علماء انبیاء کے وارث ہیں۔ انبیاء کسی کو دینار و درہم کا وارث نہیں بناتے، ان کی میراث علم ہوتا ہے، جس نے علم حاصل کیا اس نے دین کا بڑا حصہ پایا" (ابن ماجہ۔ باب فضل الانبیاء)

آیئے یہ بھی دیکھیں کہ انبیاء علیہم السلام اور ان کے قریبی وارث صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کہاں سے کھاتے تھے۔

(۱) "نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" کسی آدمی کے لیے اس سے بہتر کوئی کھانا نہیں کہ وہ اپنے ہاتھ کی محنت سے کما کر کھائے اور اللہ کے پیغمبر داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ کی محنت سے کما کر کھایا کرتے تھے۔"

(بخاری، کتاب البیوع)

(۲) عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحابؓ اپنے ہاتھوں سے اپنے کام کیا کرتے تھے (کوئی خدمتگار نہ تھا) تو ان کے بدن سے بو نکلتی۔ اس لیے ان سے کہا گیا کہ اگر تم نہا لیا کرو تو بہتر ہے (بخاری کتاب البیوع)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک جان نثار ساتھی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر بھی ظالم ایک بہتان لگاتے ہیں کہ وہ (دینی امور پر) بیت المال سے تنخواہ لیتے تھے حالانکہ حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی کیسے قرآن کی خلاف ورزی کر سکتے تھے، اس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ انہوں نے بیت المال سے لیا ہے لیکن دینی امور صلوٰۃ، اذان، تعلیم القرآن اور تبلیغ دین پر نہیں بلکہ انتظامی امور پر اور مسلمانوں کے کاموں میں مشغول رہنے پر۔ مسلمانوں کا مال تجارت سے بڑھا کر دوری کی اور اس کا نہایت قلیل معاوضہ بیت المال سے لیا ہے۔ بخاری" ..... روایت لائے ہیں۔ "عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو کہنے لگے میری قوم کو معلوم ہے کہ میں اپنا پیشہ کر کے اپنے گھر والوں کی روٹی بخوبی پیدا کر لیتا تھا۔ اب میں مشغول رہوں گا تو ابوبکرؓ کے گھر والے بیت المال سے کھائیں گے۔ اور ابوبکرؓ مسلمانوں کا مال تجارت سے بڑھاتا رہے گا۔" (بخاری، کتاب البیوع)

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین پر الزام لگانے والو! یہ دنیا چند روزہ ہے، ایک دن وہ عظیم واقعہ پیش آنے والا ہے جس کے متعلق مالک فرماتا ہے۔ يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ ۝ وَأُمِّهِ وَأَبِيهِ ۝ وَصَاحِبَتِهِ وَبَنِيهِ ۝ "اس دن آدمی دور بھاگے گا اپنے بھائی سے اپنی ماں اور اپنے باپ سے اور اپنی بیوی اور اپنے بیٹے سے"۔

بقیہ صفحہ نمبر ۲۰

نوح علیہ السلام

تحریر
محمد اشرف خان

نوح علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے ایک پیغمبر گزرے ہیں۔ جن کو ساڑھے نو سو سال کی طویل عمر عطا کی گئی۔ قرآن میں جتنے نبیوں اور ان کی قوموں کے حالات بیان ہوئے ہیں' تاریخی ترتیب کے لحاظ سے نوح علیہ السلام اور ان کی قوم سرِ فہرست ہیں۔ اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ آدم علیہ السلام کی اولاد میں جب سب سے پہلے بگاڑ پیدا ہوا اور لوگ شرک کی بیماری میں مبتلا ہو کر گمراہی کی طرف بڑھے' وہ نوح علیہ السلام کا دور تھا اور اللہ تعالیٰ نے انہی لوگوں میں سے ان کی اصلاح کے لئے نوح علیہ السلام کو رسول بنا کر اٹھایا۔ اس طرح وہ ایک لمبی مدت تک اپنی قوم کو اللہ کی طرف بلاتے رہے لیکن قوم کے لوگ اپنے بڑوں کی پیروی میں نافرمانی کی روش پر جمے رہے۔ نتیجتہً بہت کم لوگوں نے ان کی بات کو تسلیم کیا اور اپنی اصلاح پر آمادہ ہوئے۔ آخر کار اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام اور ان کی دعوت پر ایمان لانے والوں کے علاوہ بقیہ ساری قوم کو پانی کے طوفان میں بہا کر غرق کیا اور قیامت تک اس نافرمان قوم کے انجام کو دنیا والوں کی عبرت کے لئے ایک نشانی بنا دیا۔

قرآن مجید میں نوح علیہ السلام اور ان کی قوم کا قصہ سورۃ الاعراف (آیات ۵۹ تا ۶۴)، ھود (آیات ۲۵ تا ۴۹)، المومنون (آیات ۲۳ تا ۳۰)، الشعراء (آیات ۱۰۵ تا ۱۲۲)، القمر (آیات ۹ تا ۱۶) اور سورۂ نوح کے اندر قدرے تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ سورۂ یونس، الانبیاء، العنکبوت اور الصّٰفّٰت میں اور بعض دوسرے مقامات پر اس کا مختصر ذکر آیا ہے۔

قرآن میں بیان کی گئی مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ نوح علیہ السلام کی قوم نے اللہ کے علاوہ کئی معبود بنا رکھے تھے جن میں پانچ خاص طور سے مشہور تھے جیسا کہ سورۂ نوح میں آتا ہے کہ قوم نوح کے سرداروں نے کہا۔ اپنے معبودوں کو ہرگز نہ چھوڑنا اور ودّ، سواع، یغوث، یعوق اور نسر سے ہرگز علیحدہ نہ ہونا۔ گویا یہ ان کے "پانچ تن" تھے (جس طرح آج ہماری قوم میں "پانچ تن پاک" کا مشرکانہ نظریہ پایا جاتا ہے) جن کے نام بھی بیان کئے گئے ہیں۔

بخاری میں عبداللہ ابن عباسؓ کی روایت کے مطابق یہ قوم نوح کے نیک لوگوں (اولیاء اللہ) کے نام تھے جن کی عقیدت کو شیطان نے (ان کے مرنے کے بعد) قوم کے دلوں میں اس قدر بڑھایا کہ رفتہ رفتہ ان کے یادگاری پتھر نصب کر کے لوگ ان کی قبروں سے وابستہ ہو گئے۔ پھر ان کے بت بنائے گئے اور ان کی پرستش ہونے لگی۔ یہ سلسلہ بعد کے لوگوں میں بھی چلتا رہا۔ یہاں تک کہ نزول قرآن کے زمانہ میں بھی عرب کے قبائل میں ان معبودوں کی پرستش ہوتی تھی۔ نوح علیہ السلام کی قوم کی گمراہی کی اصل وجہ یہی عقیدے کی خرابی یعنی شرک تھی کہ انہوں نے اللہ کے علاوہ اس کی مخلوق میں سے مختلف الٰہ بنا لئے تھے۔ جن کو وہ مشکل کشا اور حاجت روا سمجھ کر پکارتے تھے۔ ان کو واسطہ اور وسیلہ بناتے تھے۔ ان کے نام کی نذر و نیاز کرتے تھے۔ اور ان سے فائدے اور نقصان کی امیدیں رکھتے تھے) اور شرک زمین پر فساد کی جڑ ہے۔ چنانچہ نوح علیہ السلام کو جب اللہ تعالیٰ نے رسول بنا کر ان کی اصلاح کے لئے مامور فرمایا۔ تو انہوں نے قوم کے سامنے یہی ایک دعوت پیش کی کہ میری قوم! اللہ کی بندگی تمہاری زندگی کا اصل مقصد ہے اس کی بندگی اختیار کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو کیونکہ اس کے علاوہ اور کوئی تمہارا الٰہ (معبود) نہیں۔ نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو خبردار کیا کہ یہ بات میں اپنی طرف سے نہیں کہہ رہا بلکہ اللہ کے رسول کی حیثیت سے اس کا پیغام تم تک پہنچا رہا ہوں اور یاد رکھو! اگر تم اس روش پر قائم رہے اور شرک سے توبہ نہ کی تو مجھے تمہارے بارے میں اللہ کی طرف سے ایک بڑے عذاب کا خطرہ ہے

قوم کے سرداروں، اکابرین (مذہبی رہنماؤں) اور پیسے والوں نے نوح علیہ السلام کی اس دعوت اور دردمندانہ پکار کی بڑھ چڑھ کر مخالفت کی اور قوم کو انہی مشرکانہ عقائد پر قائم رکھنے اور نوح علیہ السلام کے مقابلے میں ان کو اپنی پیروی میں لگائے رکھنے کے لئے بڑی تدبیریں کیں اور مکر و فریب چالیں چلیں تاکہ قوم کے اندر ان کی چوہدراہٹ اور جھوٹے وقار کا بھرم قائم رہے اور ان کے دنیاوی مفادات متاثر نہ ہوں۔ قوم کے ان بڑوں اور ان کی ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے قوم نے نوح علیہ السلام اور دعوت حق کے خلاف جو اعتراضات اٹھائے ان کی تفصیل درج ذیل ہے۔

۱۔ تمہاری ان باتوں کی وجہ سے ہم تم کو کھلی گمراہی میں مبتلا دیکھتے ہیں کہ پہلے تو تم نے باپ دادا کے دین کی توہین کی ہے۔ جن معبودوں (اللہ کے علاوہ) کو ہمارے باپ دادا پوجتے آئے ہیں ان کا تم انکار کر رہے ہو۔ دوسرا یہ کہ عذاب الٰہی کی دھمکی بھی ہم کو سنا رہے ہو۔ حالانکہ ہمارے حالات تم سے اور تمہارے پیچھے چلنے والوں سے ہر اعتبار سے اچھے ہیں۔

۲۔ تم ہمیں میں سے، ہمارے ہی جیسے انسان ہو۔ تمہیں ہم پر کوئی برتری حاصل نہیں۔ تم پر وحی کیسے آ سکتی ہے۔ تم تو محض دھونس جمانے کے لئے یہ دعویٰ کرتے ہو... ہماری نظر میں تم جھوٹے ہو۔

۳۔ حق کی مخالفت میں پیش پیش رہنے والے قوم کے سردار نوح علیہ السلام کی دعوت سے لوگوں کی توجہ ہٹانے کے لئے ان سے مخاطب ہوتے ہیں کہ یہ شخص.... رسالت کا رعب دے کر تمہارا لیڈر بننا چاہتا ہے۔ (حالانکہ ان کو یہ کہنا چاہیئے کہ یہ ہماری لیڈری چھیننا چاہتا ہے کیونکہ دعوت حق باطل نظام کے سرپرستوں کے لئے موت کا پیغام ہوتی ہے) اگر اللہ کو رسول بھیجنا ہی ہوتا تو کوئی فرشتہ بھیجتا۔ آخر ہم جیسے انسان کو نبی یا رسول بنا کر بھیجنے کا مطلب کیا؟ ہم نے اپنے باپ دادا سے اس قسم کی باتیں نہیں سنیں۔

۴۔ اس شخص کو دیوانگی کا مرض ہے یا دماغ کا خلل ہے جس کی وجہ سے اس کو اس قسم کا وسوسہ ہوتا ہے جس کو یہ اللہ کی طرف سے وحی سمجھ بیٹھا ہے۔ چند روز انتظار کرو۔ اس کے تمام وسوسے ہوا میں اڑ جائیں گے۔

۵۔ اگر یہ شخص (نوح علیہ السلام) اللہ کا رسول ہوتا تو اس کے پاس خزانے ہوتے۔ اس کو غیب کا علم ہوتا۔ اور یہ فرشتوں کی طرح تمام انسانی ضروریات اور حاجتوں سے بے نیاز ہوتا۔

۶۔ تمہاری پیروی کرنے والے قوم کے صرف گھٹیا اور ادنیٰ درجے کے لوگ ہیں جن کی معاشرے میں کوئی عزت اور وقعت نہیں۔ ان کے اندر غور و فکر کرنے کا مادہ نہیں انہوں نے بغیر سوچے سمجھے تمہاری بات قبول کر لی ہے۔ اگر تمہاری دعوت میں کوئی وزن ہوتا تو قوم کے بڑے لوگ بھی اس کو مانتے۔

اس طرح قوم کے سرداروں نے نوح علیہ السلام کی مخلصانہ دعوت کو ناکام بنانے کے لئے مختلف اعتراضات کئے اور لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے فریب کے جال بچھائے لیکن نوح علیہ السلام نے اپنا مشن جاری رکھا اور ان کے ایک ایک اعتراض کا تحمل اور بردباری سے جواب دیا اور حقیقت کی وضاحت کر دی یہاں تک کہ قوم اور اس کے اکابرین کے پاس جھوٹی انا کے تحفظ میں ضد اور ہٹ دھرمی کے علاوہ دعوت حق کی تردید کے لئے کوئی بات باقی نہ رہی۔

نوح علیہ السلام کا جواب

نوح علیہ السلام نے قوم اور اس کے سرداروں کی مخالفانہ سرگرمیوں کے مقابلے میں صبر و استقامت کا مظاہرہ کیا بلکہ ان کی طرف سے اٹھائے جانے والے جملہ اعتراضات کا انتہائی مثبت انداز میں جواب دے کر وضاحت کر دی تاکہ ان پر حجت تمام ہو جائے اور کفر و شرک پر جمنے کا کوئی جواز باقی نہ رہے۔

نوح علیہ السلام نے مندرجہ ذیل جوابات دیئے

۱۔ میری قوم! تم مجھے گمراہ یا سرپھرا آدمی نہ سمجھو۔ میں پروردگار عالم کی طرف سے تمہارے پاس پیغمبر کی حیثیت سے آیا ہوں تمہیں اللہ ہی کی طرف سے پیغام پہنچا رہا ہوں۔ اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتا۔ میں تمہارا خیر خواہ ہوں۔ دیکھو! تمہاری ضد اور ہٹ دھرمی، دل آزاری، دشمنی و بیزاری کے باوجود تمہارے پیچھے پڑا ہوں۔ تمہیں عذاب سے ڈرانا عجیب معلوم ہوتا ہے۔ جب کہ میں اللہ کی طرف سے بذریعہ وحی وہ کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔ مجھے یہ اندیشہ اور غم ہے کہ تم کہیں اللہ کی پکڑ میں نہ آ جاؤ۔ اگر تم اس پُرغرور کو چھوڑ کر ٹھنڈے دل سے سوچتے تو یہ چیز تمہارے لئے شکر گزاری کا باعث ہوتی کہ اللہ تعالٰی نے تمہی میں سے ایک شخص تمہاری ہدایت کے لئے اٹھایا ہے تاکہ وہ تم کو آنے والے خطرے سے آگاہ کرے اور تم اللہ کی نافرمانی سے بچ کر اس کی رحمت کے مستحق بن جاؤ۔

۲۔ میری قوم! میں جو کچھ تمہارے سامنے پیش کر رہا ہوں، اس کی بنیاد دو چیزوں پر ہے۔ ایک میرے رب کی طرف سے روشن دلیل یعنی آفاق اور انفس میں پھیلی ہوئی اللہ کی نشانیاں دیکھ کر، ان پر غور و فکر کر کے، توحید کی حقیقت تک پہنچ چکا تھا۔ پھر اللہ نے اپنی رحمت سے نواز کر وحی کے ذریعے مجھے ان حقائق کا علم عطا کیا جن کی میرا دل پہلے ہی گواہی

دے رہا تھا۔ اب اگر تم اپنی ناشکریوں اور بداعمالیوں کی وجہ سے اپنی فطرت ہی کو بگاڑ لیا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ قدرت کے قانون کے تحت تمہارے دل تاریک ہیں اور ان کے اندر ہدایت قبول کرنے کی صلاحیت ہی باقی نہیں رہی تو میں کیا کر سکتا ہوں۔ میں نے تمہارے سامنے اس کے علاوہ کچھ نہیں کہا کہ میں اللہ کا رسول ہوں اور جس پیغام کے ساتھ اس نے مجھے تمہاری طرف بھیجا ہے وہ میں تمہیں سنا رہا ہوں اگر تم کو مجھ میں بشریت سے بڑھ کر کوئی چیز نظر نہیں آتی تو میں نے بشریت سے بالاتر ہونے کا دعویٰ کب کیا ہے؟ میں نے کب تم سے کہا کہ میرے پاس اللہ کے خزانوں کی چابیاں ہیں یا میں غیب داں ہوں یا کوئی فرشتہ ہوں؟ میں ان میں سے کسی بات کا بھی دعویٰ نہیں کرتا۔ میں کوئی مفتری اور جھوٹا دعویدار نہیں ہوں، جیسا کہ تم نے گمان کیا ہے۔ بلکہ اللہ کا رسول ہوں اور پوری دیانت و امانت کے ساتھ تمہیں وہی باتیں پہنچا رہا ہوں جن کے پہنچانے کا مجھے حکم ہوا ہے۔ تم سلامتی چاہتے ہو تو اپنی اس ضد اور سرکشی سے باز آجاؤ اور اللہ کی پکڑ سے ڈرو جس کا واحد راستہ یہ ہے کہ میری بات سنو اور مانو اور سرکشوں کی پیروی سے باز آجاؤ جو تمہیں ہلاکت کی راہ دکھا رہے ہیں۔ میں جو کچھ تمہارے سامنے پیش کر رہا ہوں اس میں تمہارے لئے خیرخواہی ہے میں اس پر تم سے کسی صلے اور معاوضے کا طالب نہیں ہوں۔ اگر تم سنو گے اور مانو گے تو اپنا ہی بھلا کرو گے۔ میرا اجر اور صلہ تو میرے رب کے ذمہ ہے۔ وہ مجھے اس سے محروم نہیں کرے گا۔ میں تمہیں پھر کہتا ہوں کہ اللہ کے غضب سے ڈرو اور میری بات مانو۔

۴۔ اپنی دعوت کے مقابلے میں ان کی بیزاری اور دھمکیوں کے جواب میں صبر و استقامت اور اللہ کی نصرت پر بھروسے کا مظاہرہ کرتے ہوئے قوم سے کہا کہ اگر تمہیں میرا اپنے درمیان رہنا اور اللہ کی آیات سے نصیحت کرنا ناگوار ہے (جس کی وجہ سے مجھے دیوانہ اور پاگل قرار دے رہے ہو) اور اپنے حق پر ہونے کے بارے میں اعتماد ہے تو پھر تم میرے بارے میں اجتماعی طور پر ایک قطعی فیصلہ کر لو اور اپنے معبودوں کو بھی اس فیصلے میں شامل کر لو' جن کو اللہ کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہو' اور خوب سوچ لو تاکہ تمہیں اس میں کوئی تردد نہ رہے اور اس فیصلے کا کوئی پہلو تمہاری نگاہ سے پوشیدہ نہ رہے۔ یہ قطعی فیصلہ کر کے مجھ پر اقدام کرو اور پھر مجھے ذرا مہلت نہ دو۔ میرا بھروسہ اللہ پر ہے کہ وہ میری حفاظت کرے گا لیکن اگر تم غور و فکر کے بعد اسی نتیجے پر پہنچے ہو کہ اسی طرح اللہ کی نافرمانی کی روش پر جمے رہو گے تو مجھے اس کی کوئی پروا نہیں۔ میں اس کلمۂ خیر کے عوض تم سے کوئی معاوضہ تو لے نہیں رہا کہ مجھے اس سے محروم ہو جانے کا اندیشہ ہو۔ میری محنت کا اجر تو اللہ کے پاس مجھے ملنے والا ہے۔ مجھے تو بس اس بات کا حکم ہے کہ میں اپنے رب کا فرمانبردار بنوں سو میں اس کا فرمانبردار ہوں۔

۵۔ میری دعوت قبول کرنے والے میرے ساتھی، غریب اور نادار لوگ ہیں، اس وجہ سے تم ان کو حقیر سمجھتے ہو حالانکہ اللہ کے نزدیک تو عزت و اکرام کا پیمانہ ایمان اور تقویٰ ہے نا کہ نسب و خاندان یا مال و جائیداد وغیرہ' میں تمہاری طرح ان کے بارے میں یہ کہہ کر ظالم نہیں بننا چاہتا کہ اللہ نے ان کو کوئی بھلائی نہیں دی۔ جب کہ اللہ نے ان کو ہدایت سے نوازا اور شرک سے پاک خالص ایمان کی دولت سے مالا مال کیا ہے' جو سب سے بڑی خیر اور دنیا و آخرت میں کامیابی کی ضامن ہے۔ اللہ ان کے نفس کے حال کو بہتر جانتا ہے تم ان لوگوں کے بارے میں کہتے ہو کہ وہ سوچنے سمجھنے کی صلاحیت نہیں رکھتے اور بغیر سوچے سمجھے انہوں نے میری پیروی اختیار کر لی ہے حالانکہ اللہ کی طرف سے ہدایت انہی لوگوں کو نصیب ہوتی ہے جو اس کے متلاشی ہوتے ہیں۔ اللہ کی پکڑ کے ڈر سے اپنے آپ کو برائی سے بچاتے اور اس کی آیات پر غور و فکر کرتے ہیں مجھے نہیں معلوم کہ وہ اب تک کیا کرتے رہے ہیں۔ اس کا حساب میرے رب کے ذمہ ہے۔ میرے سامنے تو ان کا حال ہے کہ وہ اپنے رب پر ایمان لائے ہیں۔ یقیناً کل کو اسی ایمان کے ساتھ اپنے رب سے ملنے والے ہیں جو ان کو بہترین اجر سے نوازے گا۔ اس لئے میں تم کو خوش کرنے کے لئے ان کو اپنے پاس سے دھتکارنے سے رہا اور نہ میرا یہ کام ہے کہ میں ایمان لانے والوں کو اس طرح دھتکار دوں۔ آج میں نے تمہاری ناز برداری میں اللہ پر ایمان لانے والے ان غریبوں کو دھتکار دیا تو کل اللہ کی پکڑ سے مجھے چھڑانے والا کوئی نہ ہوگا۔ اگر تم اپنے ایمان کی شرط یہ ٹھہراتے ہو اور میرے قریب آنے میں صرف میرے ان غریب ساتھیوں کی وجہ سے شرم محسوس کرتے ہو تو اس کی ذمہ داری مجھ پر نہیں کہ تمہارے

لئے بیٹھیں ان مخلصین کو ہٹا دوں ۔ میرا کام تو صاف صاف متنبہ کر دینا ہے کہ میں نے اپنا فرض ادا کر دیا۔ اب جو ایمان نہیں لائے گا وہ خود ہی اس کے لئے اللہ کے ہاں جواب دہ ہوگا۔

اس طرح نوح علیہ السلام ایک طویل عرصے تک، قوم اور اس کے سرکش سرداروں اور اکابرین کی دشمنی و بیزاری کے باوجود ان کے اندر دعوت و تبلیغ کا فریضہ انجام دیتے رہے چنانچہ سورۂ نوح میں خود نوح علیہ السلام کے الفاظ میں وہ روداد نقل ہوئی ہے جو انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کی کہ کیا کیا جتن کئے ہیں انہوں نے قوم کو راہ راست پر لانے کے لئے، کہ ان کو دن رات اللہ کی طرف بلایا۔ کبھی پکار کر ان کو دعوت دی اور اعلانیہ تبلیغ کی تو کبھی آہستگی سے بات چیت کے ذریعے دردمندی اور دلسوزی سے سمجھانے کی کوشش کی تاکہ بات مان کر اللہ کی مغفرت کے مستحق ہو جائیں۔ ان کو اللہ سے اپنے گناہوں اور ظلم و جور کی معافی مانگنے کی تلقین کی۔ کبھی اللہ کی طرف سے انعام و اکرام کی خوشخبری سنا کر ترغیب دی کہ وہ آسمان سے تم پر رحمت کی بارش برسائے گا، مال اور اولاد سے نوازے گا، تمہارے لئے باغات پیدا کرے گا اور نہریں جاری فرمائے گا اور کبھی آفاق و انفس میں پھیلی ہوئی اللہ کی آیات کی طرف توجہ دلا کر تحریک پیدا کرنے کی کوشش کی کہ یہ آسمان و زمین سورج اور چاند سب تمہارے فائدے اور سہولت کے لئے بنائے گئے ہیں۔ اللہ نے تمہارا خمیر اسی زمین سے اٹھا کر تمہیں زندگی بخشی ہے پھر مہلت عمر ختم ہونے پر تمہیں موت سے ہمکنار کر کے اسی زمین کے پیٹ میں اتارے گا اور پھر قیامت کے دن تم کو پھر اٹھا کر اپنی بارگاہ میں جوابدہی کے لئے پیش کرے گا تم اپنے رویے کا ذرا جائزہ تو لو آخر کیا بات ہے کہ تمہارے نزدیک ان سرداروں اور باباؤں سب کا وقار ہے لیکن اللہ کا کوئی وقار نہیں جس نے تم کو بڑے ناز و انداز سے پیدا فرمایا ہے۔

لیکن قوم نے اس کے باوجود ضد اور ہٹ دھرمی اور تکبر و غرور کا مظاہرہ کیا، نوح علیہ السلام کی پر خلوص نصیحت پر کان دھرنے کے بجائے منہ پھیر لیا اور ان کی پکار پر لبیک کہنے کے بجائے راہ فرار اختیار کی اور طرح طرح کے حیلے اور اعتراضات کئے، یہاں تک کہ کبھی نوح علیہ السلام کو دھمکی دی کہ اگر اب بھی تم اپنی دعوت سے باز نہ آئے تو سنگسار کر دیئے جاؤ گے اور کبھی کہا کہ بحث و مناظرہ بہت ہو چکا، اب اگر تم سچے ہو تو لے آؤ اس عذاب کو جس سے ہم کو ڈراتے رہے ہو۔ نوح علیہ السلام نے فرمایا عذاب کا لانا تو اللہ کے اختیار میں ہے، وہی جب چاہے گا لائے گا مگر یاد رکھو کہ اس غرور کے ساتھ اس کا مطالبہ کرتے ہو جب اللہ کی طرف سے عذاب آئے گا تو کہیں جائے پناہ نہ پاؤ گے! اس طرح

جب نوح علیہ السلام نے ہر پہلو سے ان پر حجت تمام کر دی اور قوم کی طرف سے فیصلہ کن رویے کے بعد ان سے مایوس ہو گئے تو فرمایا کہ اب تم اپنے اعمال کے سبب اللہ کے قانون کی زد میں آ چکے ہو کہ وہ تمہیں گمراہی کی راہ پر جانے کے لئے چھوڑ دے، اب میری نصیحت تم پر کارگر نہیں ہو سکتی، تمہارا معاملہ اب اللہ کے حوالے ہے، وہی تمہارا رب ہے اور اسی کے سامنے تمہیں پیش ہونا ہے۔
پھر انہوں نے اللہ سے دعا کی کہ اے میرے رب! میری قوم نے مجھے جھٹلا دیا ہے اب تو میرے اور ان کے درمیان واضح فیصلہ فرما دے اور ان پر عذاب لا کر میری مدد فرما! نوح علیہ السلام کی یہ دعا سورۂ نوح میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی ہے، انہوں نے عرض کی کہ:

اے میرے رب! انہوں نے میری نافرمانی کی اور ان سرداروں کی پیروی کی جن کے مال اور اولاد نے ان کو اور زیادہ نامراد کیا اور انہوں نے لوگوں کو گمراہ کرنے اور میرے خلاف بہکانے کے لئے فریب کے جال بچھائے ان سرداروں نے (تیرے نیک بندوں) ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر کو تیرے مقابلے میں معبود بنا کر لوگوں کو ان کی بندگی پر جمائے رکھا۔ ان کافروں میں سے کسی بھی زمین پر بسنے والے کو نہ چھوڑ، ورنہ یہ تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے اور ان کی اولاد بھی بدکار اور کافر ہی ہوگی۔ میرے والدین کو اور ہر شخص کو جو میرے گھر میں ایماندار کی حیثیت سے داخل ہوا اور تمام مومن مردوں اور عورتوں کی مغفرت فرما اور ظالموں کے لئے ہلاکت ہی میں اضافہ کر۔

اس کے بعد نوح علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ اطلاع دی کہ تمہاری قوم میں جن لوگوں کے اندر ایمان قبول کرنے کی صلاحیت تھی وہ ایمان لا چکے، اب کوئی اور ایمان لانے والا نہیں۔ یہ جو کچھ اب تک کرتے رہے ہیں اس سے دل شکستہ نہ ہو، اب سنت الٰہی کے مطابق فیصلے کا وقت آ چکا ہے اس لئے تم اپنے اور اہل ایمان ساتھیوں کے بچاؤ کے لئے ہماری نگرانی میں اور ہماری ہدایات کے مطابق ایک کشتی بناؤ اور خبردار! ان ظالموں کے بارے میں جنہوں نے تمہاری تکذیب کر کے خود اپنی شامت کو دعوت دی ہے ہم سے کچھ نہ کہنا، یہ سب غرق کر دیئے جائیں گے۔ چنانچہ جب نوح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے مطابق کشتی بنانا شروع کر دی تو ان کی قوم کے بڑوں میں سے جب بھی کوئی ان کے پاس سے گذرتے، ان کا مذاق اڑاتے (کہ زمین پر جہاز چلانے کی تیاریاں ہو رہی ہیں) نوح علیہ السلام جواباً کہتے کہ آج تم ہمارا مذاق اڑا رہے ہو، ہم پر ہنس رہے ہو لیکن کل جب تم اللہ کے عذاب کے سامنے بے بس ہو کر خود مذاق بنو گے تو ہم اللہ کی نصرت پر مطمئن اور خوش ہوں گے اور عنقریب وہ وقت آنے والا ہے جب تم دیکھ لو گے کہ رسوا کر دینے والا اور نہ ٹلنے والا عذاب کس

پر نازل ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے موسلا دھار بارش کی صورت میں آسمان کے دروازے کھول دیے اور زمین کو پھاڑ کر چشمے بہا دیے اور اس سارے پانی نے مل کر طوفان کی شکل اختیار کر لی۔ چنانچہ جب عذاب آیا اور طوفان امڈ پڑا تو اللہ نے نوح علیہ السلام کو حکم دیا کہ ہر قسم کے جانوروں میں سے (جو ضرورت کے ہیں) نر و مادہ دو دو کو اپنے اہل و عیال کو سوائے ان کے جن کے بارے میں پہلے ہی ان کی نافرمانی کی وجہ سے فیصلہ ہو چکا ہے اور جو لوگ ایمان لائے ہیں ان کو اس کشتی میں سوار کر لو۔ اور کہا جب تم اپنے ساتھیوں سمیت کشتی پر سوار ہو جاؤ تو دعا کرو کہ اللہ کا شکر ہے جس نے ظالم لوگوں سے ہمیں نجات دی اور یہ کہ اے میرے رب! تو مجھے خیر و برکت کی جگہ اتار بیشک تو بہترین اتارنے والا ہے۔ چنانچہ نوح علیہ السلام نے اللہ کے حکم کے مطابق اللہ کا نام لے کر اللہ کی رحمت اور مغفرت پر بھروسے کے ساتھ اپنے ساتھیوں کو کشتی میں سوار ہونے کی دعوت دی اور وہ سب سوار ہو گئے۔ کشتی ان کو لیکر پہاڑ کی طرح اٹھتی ہوئی موجوں کے اندر چل رہی تھی۔ اتنے میں نوح علیہ السلام نے دیکھا کہ ان کا بیٹا کچھ فاصلے پر کھڑا ہے۔ نوح علیہ السلام نے اس کو شفقت سے ساتھ پکارا کہ بیٹا! ان کافروں کا ساتھ چھوڑ کر ہم میں شامل ہو جا۔ بیٹے نے جواب دیا میں ابھی کسی پہاڑ پر چڑھ جاؤں گا وہ مجھے اس پانی سے بچا لے گا۔ نوح علیہ السلام نے کہا کہ آج اللہ کے عذاب سے کوئی بچانے والا نہیں صرف وہی اس سے بچ سکے گا جس پر اللہ رحم فرمائے۔ اسی دوران ایک موج باپ بیٹے کے درمیان حائل ہو گئی اور وہ غرق ہونے والوں میں شامل ہو گیا۔ اللہ کا نبی اپنے بیٹے کو اللہ کے عذاب سے نہ بچا سکا۔

جب تمام نافرمان اپنے انجام کو پہنچ گئے اور طوفان میں غرق ہو گئے تو اللہ کے حکم سے بارش تھم گئی اور پانی اتر گیا اور کشتی جودی پہاڑ سے جا لگی اس طرح اس ظالم قوم کا خاتمہ پاک ہو گیا۔ اس کے بعد نوح علیہ السلام نے اللہ سے فریاد کی کہ اے میرے رب! میرا یہ بیٹا بھی میرے اہل میں شامل ہے اور تیرا یہ وعدہ کہ تو میرے اہل کو اس کشتی کے ذریعے نجات دے گا سچا وعدہ ہے اور تو سب سے بہتر فیصلہ فرمانے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تمہارا بیٹا تمہارے اہل میں شامل نہیں۔ نجات کا وعدہ تو صرف اہل ایمان کے لئے تھا اور وہ تو بالکل نا کارہ تھا۔ نبی کا گھرانہ صرف نسب سے نہیں بنتا بلکہ ایمان اور عمل صالح سے بنتا ہے جبکہ وہ تو نافرمانوں میں شامل تھا۔ اس لئے تم ہم سے کسی ایسی بات کے لئے درخواست نہ کرو جس کے بارے میں تمہیں کوئی علم نہیں۔ میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ تم جذبات سے مغلوب ہو جانے والوں میں سے نہ بنو۔ نوح علیہ السلام نے فوراً اللہ سے رجوع کیا اور اس بات سے اس کی پناہ چاہی۔ اللہ نے ان کو معاف فرمایا۔ طوفان ختم ہو جانے کے بعد نوح علیہ السلام کو حکم ہوا کہ اب اللہ کی طرف سے سلامتی اور برکتوں کے سایہ میں زمین پر اترو۔ آج اگرچہ تمہارے ساتھ محض چند افراد ہیں مگر چونکہ ان پر اللہ کی رحمت و برکت ہے اس لئے ان سے بڑی بڑی قومیں اور ملتیں وجود میں آئیں گی اور تمام زمین پر چھا جائیں گی اور ان میں ایسی قومیں بھی ہوں گی جو عروج پائیں گی اور ان کو ہم ایک حد تک مہلت بھی دیں گے پھر ان کے اعمال کی وجہ سے ہم ان کو ایک دردناک عذاب میں پکڑیں گے۔

چنانچہ طوفان کے بعد یہی چند افراد از سر نو آبادی کا ذریعہ بنے۔

قرآن میں انبیاء علیہم السلام اور ان کی قوموں کے حالات و واقعات محض قصہ گوئی کے لئے نہیں بلکہ سبق آموزی کے لئے بیان کئے گئے ہیں اس لئے ان میں غیر ضروری تفصیل کے بجائے ضروری اور کام کی باتیں پیش کی گئی ہیں۔ چنانچہ نوح علیہ السلام کی سرگزشت بیان کر کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں (اور قیامت تک آنے والے لوگوں) کی حوصلہ افزائی کی گئی ہے کہ دیکھو! کس طرح وہ مدت ہائے دراز تک انتہائی حوصلہ شکن حالات میں اپنی قوم کے اندر دعوت و تبلیغ کا کام کرتے رہے اور ہمت نہیں ہارے یہاں تک کہ اللہ نے ان کو اور ان کا ساتھ دینے والوں کو دنیا میں بھی سرخرو کیا جبکہ مخالفین کو نیست و نابود کر دیا اور وہ دنیا و آخرت کے دہرے عذاب کے مستحق ٹھہرے۔ لہٰذا اللہ کی راہ میں جدوجہد ہو انجام کار کامیابی اللہ کی نافرمانی سے بچنے والوں ہی کو حاصل ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی ہمت اور توفیق دے آمین

بقیہ دینی امور میں اجرت

ہوش کے ناخن لو اور اس آنے والے وقت سے متعلق بھی کچھ فکر کرو ورنہ یہ دنیا کی دلفریبیاں ہمیشہ کے لئے پچھتاوا بن جائیں گی۔

ابو حنیفہ کی تقلید کے دعویدار ، حنفی کہلانے والوں کے لئے لمحہ فکریہ!

قرآن و حدیث کی مندرجہ بالا تعلیمات کے مطابق امام ابو حنیفہؒ نے فتویٰ دیا ہے کہ اذان، حج، امامت اور تعلیم قرآن اور فقہ پر تنخواہ لینا ناجائز و حرام ہے (الھدایہ: صفحہ ۲۸۷ عربی)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو مسلکی کھیل تماشے سے بچا کر خالص قرآن حدیث کے مطابق ایمان اور عقیدہ بنانے کی توفیق دے اور عملی طور پر اس کا تقاضا پورا کرنے کا حوصلہ و عزم دے آمین۔

اسلام یا جمہوریت؟

طارق نسیم

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

إِنَّ الدِّينَ عِندَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ (آل عمران: ۱۹)

"اللہ کے نزدیک دین صرف اسلام ہے۔"

وَمَن يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَن يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ۔ (آل عمران: ۸۵)

اور جو شخص (یا گروہ) اسلام کے سوا کوئی اور طریقہ اختیار کرنا چاہے پس ہرگز قبول نہ کیا جائے گا اُس سے (وہ طریقہ) اور آخرت میں وہ خسارہ پانے والوں میں سے ہوگا۔" گویا اللہ کے ہاں انسانوں کے لئے زندگی (انفرادی اور اجتماعی) گزارنے کا بس ایک ہی طریقہ ہے اور وہ اسلام یعنی اللہ کی مکمل فرمانبرداری ہے اور اسلام (جو مکمل ضابطۂ حیات اور اللہ کا پسندیدہ دین ہے) کے علاوہ اگر کوئی اور طریقہ اپنایا جائے گا خواہ وہ کسی اور طریقے یا نظریے کو مکمل طور پر اپنانا ہو یا اسلام کے اندر کسی درآمد شدہ نسخے کی آمیزش کر کے اس کو اختیار کرنا ہو تو اللہ کی بارگاہ میں ناقابلِ قبول اور آخرت کی ناکامی اور نامرادی کا باعث ہوگا۔

اسلام میں مقتدرِ اعلیٰ صرف اللہ کی ذات ہے، ہر طرح کی بندگی اور حکم اُسی کو سزاوار ہے۔ قرآن اس کی وضاحت یوں کرتا ہے۔ وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ ط "اور تیرے رب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ بندگی صرف اُسی کی ہوگی۔" (بنی اسرائیل: ۲۳)

إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ ط حکم تو بس اللہ ہی کے لئے (سزاوار) ہے" (یوسف: ۶۷) اسلامی نقطۂ نگاہ سے صرف اللہ تعالیٰ ہی حاکمِ اعلیٰ ہے۔ کوئی فرد، خاندان، جماعت یہاں تک کہ پوری ملت بھی حاکمیت کا دعویٰ نہیں کر سکتی۔ اللہ تعالیٰ ہی قانون ساز ہے۔ اللہ کے علاوہ کسی فرد یا ادارے کو قانون سازی کا اختیار حاصل نہیں اور نہ اللہ کے بنائے ہوئے قانون میں کوئی رد و بدل کر سکتا ہے۔ اسلام میں قانونی اور سیاسی حاکمیت میں کوئی فرق و امتیاز نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی مقتدرِ اعلیٰ ہے۔ خلیفہ یا اسلامی حکومت صرف اسی صورت میں اطاعت کے مستحق ہیں جبکہ وہ معروف کا حکم دیں، اللہ کے قانون کے مطابق معاملہ کریں۔ اس لئے کہ حدیث میں آتا ہے۔ لا طاعة في معصية انما الطاعة في المعروف "اللہ کی نافرمانی میں کوئی اطاعت نہیں، اطاعت صرف خیر کے کاموں میں ہے (متفق علیہ) اسلام میں معاملات قرآن و حدیث کی بنیاد پر باہمی مشورے سے طے پاتے ہیں۔

مغربی دنیا میں قیصر اور کلیسا کے درمیان حصولِ اقتدار کی ایک طویل کشمکش کے بعد اہلِ کلیسا کا زور ٹوٹا لیکن قیصر نے بھی اہلِ کلیسا کی طرح عوام پر عرصۂ حیات تنگ کئے رکھا جس کے نتیجے میں وہ مختلف اوقات میں مختلف مراحل سے دوچار ہوئے اور بڑی جدوجہد کے بعد انہوں نے جمہوریت کو اپنایا۔ اہلِ کلیسا کو وہ پہلے ہی مسترد کر چکے تھے۔ الہامی تعلیمات بھی اصلی شکل میں موجود نہیں تھیں اور بادشاہوں نے اپنی خواہشات کی تکمیل کے لئے تلوار کا سہارا لے رکھا تھا اس لئے اہلِ مغرب نے مجبوراً یہ فیصلہ کیا کہ اب ہر معاملے کا فیصلہ صرف کثرتِ رائے کی بنیاد پر ہوگا کیونکہ اس کے سوا حق و باطل کی پیمائش کا اُن کے پاس کوئی معیار اور پیمانہ ہی نہ تھا۔ فرانس کا منشورِ آزادی جس کو موجودہ جمہوریت کی روح سمجھا جاتا ہے انہی لوگوں نے تیار کیا تھا جو ایک طرف تو کلیسا کے مظالم اور ٹیکسوں سے تنگ تھے اور دوسری طرف بادشاہ کے ظلم و جبر اور ملک کے ٹیکسوں سے۔ لہٰذا وہ مذہب سے بھی ایسے ہی بیزار تھے جیسے بادشاہ اور اس کی ظالم حکومت سے۔ چنانچہ اسی منشورِ آزادی میں ان کی مذہب سے بیزاری اور بادشاہت سے دشمنی دونوں باتیں واضح طور پر پائی جاتی ہیں۔ اس لئے موجودہ جمہوریت یا جمہوری نظام بھی سوشلزم کی طرح اسلام سے متصادم ہے۔ جس نظریے کا خمیر ہی مذہب بیزاری سے اٹھا ہو اس کو اسلام کی شورائیت سے ملا کر اس کی بحالی اور بالادستی کے لئے جدوجہد کرنا اور اس کے تحت انتخابات کے ذریعے اسلام قائم کرنے کے خواب دیکھنا انتہائی تعجب انگیز بات ہے۔ ہمارے ملک میں بعض اسلام کے دعویداروں نے مغرب سے درآمد شدہ اس نظریے کو "اسلامی" کا دُم چھلا لگا کر باقاعدہ مشرف بہ اسلام کر دیا ہے اس لئے ان کے نزدیک ملک میں جمہوریت کی بحالی کا کام اسلام کے قیام پر مقدم نظر آتا ہے۔

جمہوریت ایک ایسا طرزِ حکومت ہے جس میں عوام کی حکومت، عوام کے لئے، عوام کی مرضی سے قرار پاتی ہے۔ جمہوریت میں یہ لازمی امر ہے کہ مقتدرِ اعلیٰ کوئی انسان ہو یا انسانوں پر مشتمل ادارہ۔ انسان سے ماوراء کسی ہستی کو مقتدرِ اعلیٰ تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔ گویا حاکمیتِ اعلیٰ عوام کو حاصل

ہوتی ہے اور یہی قوت کا سرچشمہ مانے جاتے ہیں۔ قانون سازی کا حق اللہ کے بجائے عوام کے نمائندوں کو ہوتا ہے۔ اسلام میں قرآن و حدیث کی دلیل کے مقابلے میں کثرت رائے کی کوئی حیثیت نہیں لیکن جمہوری نظام میں "کثرت رائے" کے اصول کو معیار حق کی حیثیت حاصل ہوتی ہے۔ اور اس اصول کو قائم رکھنے کے لئے ہر بالغ مرد اور عورت کے ووٹ کی قیمت یکساں قرار دی جاتی ہے۔ اس اصول کو سیاسی مساوات کا نام دیا جاتا ہے اس طرح جمہوری طرز انتخاب میں ہر اچھے بُرے عالم اور جاہل نیک اور بدکردار کے ووٹ یا رائے کی قیمت یکساں قرار پاتی ہے۔ جو قرآنی آیات کے واضح طور پر خلاف ہے مثلاً اللہ کا ارشاد ہے:

۱۔ أَفَمَن كَانَ مُؤْمِنًا كَمَن كَانَ فَاسِقًا ۚ لَّا يَسْتَوُونَ (السجدۃ: ۱۸)

"بھلا جو مومن ہے وہ اس آدمی کی طرح ہو سکتا ہے جو فاسق ہو؟ دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔"

۲۔ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ۗ

"ان سے پوچھو کیا جو لوگ علم رکھتے ہیں وہ اور جاہل کبھی برابر ہو سکتے ہیں" (الزمر: ۹)

اسی طرح اچھے اور بُرے میں تمیز نہ کرنا بھی ناانصافی کی بات ہے۔

۳۔ قُل لَّا يَسْتَوِي الْخَبِيثُ وَالطَّيِّبُ وَلَوْ أَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيثِ (المائدہ: ۱۰۰)

"کہدو کہ ناپاک اور پاک یکساں نہیں ہو سکتے چاہے ناپاک کی کثرت آپ کو بھلی معلوم ہو۔"

جمہوریت میں فیصلہ کا طریقہ کار یہ ہوتا ہے کہ معاملہ خواہ کوئی ہو' انتخاب ہو یا قانون سازی کا کام یا کوئی اور مسئلہ' آراء کی گنتی کر کے اکثریت کی بنیاد پر حق و باطل یا صحیح و غلط کا فیصلہ کر دیا جاتا ہے۔ جبکہ قرآن نے متعدد مقامات پر لوگوں کی اکثریت کو ظالم' فاسق' جاہل اور مشرک وغیرہ قرار دیا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل ایمان کو اکثریت کی پیروی سے منع فرمایا ہے۔ مثلاً سورۂ یوسف میں فرمایا۔ ۔ ۔ وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُم بِاللَّهِ إِلَّا وَهُم مُّشْرِكُونَ "اکثر لوگ اللہ پر ایمان لانے کے ساتھ ساتھ شرک بھی کرتے ہیں" (یوسف ۱۰۶) سورۂ انعام میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَإِن تُطِعْ أَكْثَرَ مَن فِي الْأَرْضِ يُضِلُّوكَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ ۚ "اگر تم زمین میں آباد اکثر لوگوں کی پیروی کرو گے تو وہ تم کو اللہ کی راہ سے بھٹکا دیں گے" (آیت ۱۱۷)

جمہوریت کی طرح اسلام مساوات مرد و زن کا ہرگز قائل نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے عورت کی شہادت کو مکمل نہیں بلکہ نصف حصہ دیا ہے۔ (البقرہ: ۲۸۲) یہاں تک کہ میراث میں بھی عورت کا حصہ مرد سے نصف ہے اور عبادت میں بھی عورت مرد کے برابر نہیں۔ اور نہ ہی اسلام ایسی بے حیائی اور مرد و عورت کے آزادانہ اختلاط کی اجازت دیتا ہے' جس کے بغیر ایسے امور (امارت و سیاست اور الیکشن وغیرہ) میں حصہ لینا ناممکن ہے۔ ابی بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یہ خبر پہنچی کہ فارس والوں نے کسریٰ کی بیٹی کو اپنا حاکم بنا لیا ہے تو آپؐ نے فرمایا وہ قوم کبھی فلاح نہ پائے گی جس نے اپنے ملک کا حاکم عورت کو بنا لیا ہو (بخاری: کتاب المغازی) مرد کے دائرہ کار کے علاوہ کہیں پر عورت کا درجہ مرد کے برابر بھی قرار دیا گیا ہے مثلاً ایمان کے ساتھ اعمال صالحہ کا انجام دونوں کے لئے یکساں ہے۔ (النساء: ۱۲۴)

مغربی جمہوریت میں پانچ ارکان ایسے ہیں جو قرآن و حدیث کی رو سے ناجائز ہیں۔ (۱) حق بالغ رائے دہی (سیاسی مساوات) (۲) ہر ایک کے ووٹ کی یکساں قیمت (۳) درخواست برائے نمائندگی (۴) سیاسی پارٹیوں کا وجود (۵) کثرت رائے سے فیصلہ۔ ان میں سے تین کے بارے میں تفصیل درج بالا سطور میں بیان کی جا چکی ہے۔ چوتھا رکن "درخواست برائے نمائندگی ہے"۔ جمہوریت میں افراد اور جماعتیں اپنے آپ۔ ۔ ۔ کو منصب اور اقتدار کے لئے پیش کرتی ہیں لیکن اسلام اس کو منع کرتا ہے کیونکہ اس سے ایک شخص کی جاہ طلبی کا اظہار ہوتا ہے جو تقوے کے خلاف ہے۔ نیز منفعت سے بڑھ کر انتہائی ذمہ داری کا معاملہ ہے جس کا اللہ کے ہاں سخت محاسبہ ہو گا۔ چنانچہ عبدالرحمٰن بن سمرہؓ سے روایت ہے کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو امارت و حکومت کی خواہش نہ کر اس لئے کہ اگر تجھے مانگنے پر امارت مل جائے (تم کو اس کے (امارت) حوالے کر دیا جائے گا اور اگر بغیر مانگے مل گئی تو اللہ کی طرف سے تیری مدد کی جائے گی۔ (بخاری و مسلم)

اسی طرح ابو موسیٰؓ سے روایت ہے کہ میرے دو چچا زاد بھائی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان میں سے ایک نے کہا کہ یا رسول اللہ! آپ کو اللہ نے حاکم اور والی بنایا ہے۔ ہمیں بھی بعض مقامات کا والی مقرر فرما دیجئے۔ دوسرے نے بھی اسی قسم کی خواہش کا اظہار کیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! اللہ کی قسم ہم اس شخص کو حاکم یا والی نہیں مقرر کرتے جو ہم سے ولایت کا طالب ہو اور نہ اس شخص کو جو اس کا حرص رکھتا ہو (بخاری و مسلم)

ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلمؐ نے فرمایا کہ عنقریب تم لوگ سرداری یا امارت کی حرص کرو گے اور قیامت کے دن تمہیں ندامت ہو گی۔ پس یہ سرداری بہترین مرضعہ ہے (یعنی دودھ پلانے والی) اور بدترین دودھ چھڑانے والی ہے (یعنی امارات کا آغاز نہایت خوشنما اور دل پسند ہوتا ہے لیکن انجام بُرا ہوتا ہے۔ جیسا دودھ چھڑانے والی کا دودھ چھڑانا بُرا معلوم ہوتا ہے (بخاری) اسی طرح اسلام میں سیاسی جماعتوں کی بھی کوئی گنجائش نہیں۔ قرآن نے زمین پر آباد مخلوق انسانی کی دو ہی قسمیں بیان کی ہیں۔ فرمایا: هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ ط "وہ اللہ ہی تو ہے جس نے تم کو پیدا کیا، پھر تم میں سے کوئی کافر ہے اور کوئی مومن۔" (التغابن: ۲)

اسی کو قرآن میں ایک دوسرے مقام پر حزب اللہ اور حزب الشیطان کا نام دیا گیا ہے۔ گویا بنیادی طور پر . . . پارٹیاں دو ہی ہیں، ایک اللہ کی پارٹی یا مسلمانوں کی جماعت اور دوسری شیطان کی پارٹی یا پوری دنیائے کفر۔

اس طرح اسلام اور جمہوریت کے درمیان زمین و آسمان کا فرق اور حق و باطل کا بعد پایا جاتا ہے جس کو آج عین اسلام اور اسلامی انقلاب کی ضرورت سمجھا جا رہا ہے۔ جمہوریت اور سوشلزم دونوں میں مذہب بیزاری قدر مشترک کی حیثیت رکھتی ہے اس لئے اگر . . . سوشلزم کفر ہو سکتا ہے (اور ہے) تو پھر جمہوریت کیسے مشرف بہ اسلام ہو کر "اسلامی جمہوریت" ہو سکتی ہے۔ ان تصریحات کے بعد اللہ کے مخلص بندوں کے لئے کوئی گنجائش نہیں رہ جاتی کہ وہ جمہوریت کے تحت ہونے والے انتخابات میں کسی منصب کے امیدوار بنیں یا ووٹر کی حیثیت سے اپنے آپ کو امیدوار بنانے والوں کے حق میں اپنی رائے دیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ہر معصیت سے بچا کر ایمان اور اسلام پر استقامت سے نوازے۔ آمین!



بقیہ ایصالِ عذاب و ثواب

اور مومنات کے لئے دعائے مغفرت کر سکتے ہیں لیکن شرک پر مرنے والوں کے لئے دعائے مغفرت نہیں کر سکتے۔ خود نیک کام کر کے اس کو مرنے والوں کے نامہ اعمال میں ڈالنے یعنی ایصال ثواب کا تصور اپنی طرف سے شریعت سازی اور من گھڑت بات ہے، جس کا قرآن و حدیث میں کوئی جواز نہیں، قرآن کہتا ہے يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ ط لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ ط "اس دن آدمی اپنے بھائی، اپنی ماں، اپنے باپ اپنی بیوی اور اپنے بیٹے سے دور بھاگے گا ان میں سے ہر شخص اس روز ایسے حال میں ہوگا کہ دوسرے سے بے پروا ہوگا" (عبس ۳۴-۳۷) اور پھر جب فیصلہ ہوگا لا ایمان والے جنت میں داخل ہو جائیں تو قرآن پاک اعلان کرتا ہے، وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَا اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ ط كُلُّ امْرِئٍ بِمَا كَسَبَ رَهِيْنٌ ه "اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد بھی ایمان میں ان کے پیچھے چلی، ہم ان کی اولاد کو بھی ان کے ساتھ ملا دیں گے اور ان کے اعمال میں سے ہم ذرہ بھر کم نہ کریں گے، ہر شخص اپنے اعمال کے سبب گروی ہے" (طور ۲۱)

یہ ہے قرآن کا فیصلہ کہ ہر آدمی اپنے کئے ہوئے کام میں پھنسا ہوا ہوگا اور مومن اور اس کی اولاد اپنے ایمان اور اعمال کی بدولت جنت میں اکٹھے ہو جائیں گے۔

ہے کوئی ایسا جو اللہ کی رضا اور جنت کی لازوال، ابدی و سرمدی نعمتوں کی طلب میں جان و مال کی بازی لگا دے، جو شرک و بدعت کو مٹانے اور توحید خالص و سنت کو پھیلانے میں ہمارا ساتھ دینے پر آمادہ ہو اور اس کی یہ آمادگی خالص لوجہ اللہ ہو۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو زندگی کی آزمائش میں کامیاب فرمائے اور اس مہلت عمر سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھا کر آخرت کی کامیابی کے لئے بھرپور انتظام کرنے کی توفیق دے، آمین!



من الظلمٰت الی النور

لفٹیننٹ (ایکس) ارشد

ایمان کی دعوت آپ تک کیسے پہنچی، کب اور کیسے ایمان قبول کیا، اس کے بعد کن حالات سے دوچار ہوئے اور اب آپ کیا محسوس کرتے ہیں؟ یہ وہ سوالات ہیں جو ہر نیا جاننے رکھنے والا مجھ سے پوچھ کر تفصیل معلوم کرنا چاہتا ہے۔ اس لیے مناسب معلوم ہوا کہ مختصراً پر اس روداد آپ بیتی کو تحریری شکل میں پیش کر دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس کو خیر کا ذریعہ بنائے اور شر کو اس سے دور رکھے! آمین۔

اس روداد کو بیان کرنے سے پہلے مختصر سا تعارف پیش خدمت ہے میرا نام ارشد ہے ضلع راولپنڈی کی تحصیل گوجر خان کے ایک گاؤں جکڑی کیلاں کا رہنے والا ہوں اور بھٹی راجپوت خاندان سے میرا تعلق ہے۔ میری پیدائش کے چند ماہ بعد میرے والد وفات پا گئے تھے۔ بڑے بھائیوں نے پرورش کی۔ ابتدائی تعلیم گاؤں میں حاصل کرنے کے بعد میٹرک کا امتحان ایم سی بوائز ہائی سکول گوجر خان سے اول درجے میں پاس کیا اور اپنے گروپ میں پہلی پوزیشن حاصل کی۔ اس کے بعد دسمبر ۱۹۸۰ء میں جونیئر کیڈٹ کی حیثیت سے فوج میں شامل ہو گیا۔ اور ستمبر ۱۹۸۲ء میں ایف اے کی سند حاصل کرنے کے بعد پاکستان ملٹری اکیڈمی کے ۷۰ ویں لانگ کورس میں شامل ہوا جس کو دو سال میں کامیابی کے ساتھ مکمل کیا اس طرح ستمبر ۱۹۸۴ء میں لفٹیننٹ کی حیثیت سے فوج کی ملازمت کا آغاز کیا اور جلد ہی مختلف کورس پاس کر کے کمپنی کمانڈر بن گیا۔

گھر کا ماحول مذہبی ہونے کے باعث شروع سے ہی دین کی طرف میلان تھا بڑی حد تک نماز روزے کا پابند اور بری صحبت سے بچا رہا لیکن مزار پر حاضری دینا، صاحب مزار کو پکارنا اور اسکول سے لوٹ کر بیل بنا کر وہاں پہ منتیں اور مرادیں مانگنا اور نذر و نیاز وغیرہ کو عین دینداری سمجھتا تھا گویا جو رسمی دین ہمارے ہاں عام طور پر رواج پذیر ہے اس کا پیروکار رہا لیکن اللہ کا شکر ہے کہ مجھ میں تعصب یا ہٹ دھرمی نہ تھی اور کوئی مخلص دینی بات سمجھاتا تو مجھے اس کو قبول کرنے میں بھی عار محسوس نہ ہوتی چنانچہ ایک دفعہ جب میں نے اپنے ایک عزیز سے دیوبندی بریلوی اختلاف کا پوچھا کہ یہ دیوبندی بریلوی کا کیا مسئلہ ہے تو اس نے بتایا کہ بریلویوں کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ نور ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے نور کا ٹکڑا ہیں جو صفات کا شرک ہے حالانکہ قرآن میں آتا ہے لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ "اس کے مثل کوئی چیز نہیں" (الشوریٰ: ۱۱) اور یہ کہ تاریکی اور نور تو اللہ کی مخلوق ہیں۔ اسی طرح ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا صرف اللہ کی صفت ہے لیکن بریلوی اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر و ناظر سمجھتے ہوئے ان کو اللہ کی صفات میں شریک کرتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ یہ معلوم کر کے میں اس طرح کے عقائد سے تائب ہوا اور اس کے بعد دیوبندی مسلمان ہو گیا۔ مگر کچھ عرصے کے بعد معلوم ہوا کہ یہ لوگ دیوبندی بھی اللہ کے ساتھ اسی طرح کے ظلم میں ملوث ہیں مثلاً یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینے والی قبر کے اندر زندہ ہیں۔ حالانکہ قرآن و حدیث اور اجماع صحابہؓ اس پر گواہ ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو چکی ہے۔ اسی طرح ان کا عقیدہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر کے قریب پڑھے جانے والے درود و سلام کو خود سنتے ہیں اور دور پڑھا جانے والا درود و سلام فرشتے آپ تک پہنچاتے ہیں جبکہ کسی صحیح حدیث سے یہ بات ثابت نہیں، اور پھر درود پڑھتے وقت ہم اللہ سے مخاطب ہوتے ہیں، اسی کی بارگاہ میں دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سلامتی اور رحمت نازل فرما۔ قرآن میں اللہ فرماتا ہے۔ وَإِلَى اللَّهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ کہ تمام امور اللہ کی طرف لوٹتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اعمال اللہ کی بارگاہ میں پیر اور جمعرات کو پیش ہوتے ہیں اس لئے میں ان دونوں روزہ رکھتا ہوں کہ ان دنوں میں جب میرے اعمال پیش ہوں تو میں روزہ سے ہوں لیکن ان کا عقیدہ ہے کہ امت کے اعمال نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش ہوتے ہیں۔ اسی طرح وفات شدہ بزرگوں کی قبروں سے فیض یاب ہونے کے قائل ہیں وغیرہ۔ یہ سب کچھ دیکھنے کے بعد میں ان فرقوں سے بیزار ہو گیا اور خود اپنے طور پر نماز روزہ کی پابندی کے ساتھ ساتھ کوشش کرتا رہا کہ برے کاموں سے بچا جائے اور اب یہی میرے نزدیک سیدھا راستہ یعنی دین اسلام تھا۔

جب میں کمپنی کمانڈر بنایا گیا تو مجھے خیال ہوا کہ اب میری ذمہ داری بڑھ گئی ہے جیسا کہ نبی علیہ السلام کی حدیث ہے کہ ہر شخص سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہوگا۔ اس لئے میں نے سوچا کہ اب میرا فرض ہے کہ کم از کم جوانوں کو نماز کا پابند بنایا جائے۔

چنانچہ میں نے نماز باجماعت کے سلسلے میں لوگوں کو کچھ پابند کیا کہ وہ مسجد میں آیا کریں۔ ایک دن مجھ تک یہ بات پہنچی کہ فلاں نائب صوبیدار کہہ رہا ہے کہ ارشد صاحب نے ہمارے لئے

ہیبت پیدا کر دی ہے ۔ لوگوں کو نماز تو پڑھنا آتی نہیں اور یہ ان سے زبردستی پڑھوائے ہیں ۔ مزہ تو جب آئے کہ لانس نائک ملک جان اور نائیک عصمت اللہ کو بھی اپنے ساتھ نماز نماز پڑھوائیں ۔

ان دونوں کو واقعی میں نے کبھی مسجد میں نہیں دیکھا تھا ۔ اور حوالدار امان اللہ مجھے ان دونوں کے متعلق پہلے ہی بتا چکا تھا کہ جناب ! ان دو آدمیوں سے دور رہیں ۔ یہ ہمارے ساتھ نماز نہیں پڑھتے اور عجیب قسم کی باتیں کرتے ہیں ۔ میں نے کہا ٹھیک ہے انہیں ان کے حال پر چھوڑ دو ۔ یہ ان کا ذاتی مسئلہ ہے اور اس معاملے میں انہیں مجبور نہیں کیا جا سکتا) بہرحال صوبیدار صاحب کی بات نے مجھے متاثر کیا اور مجھے احساس ہوا کہ پہلے ان لوگوں کو اسلام کی طرف رغبت دلانے کے لئے کچھ تعلیم دی جائے ۔ اس طرح میں نے جوانوں کو کچھ مذہبی تعلیمات پر لیکچر دینے شروع کر دیئے ۔

اسی دوران مجھے پتہ چلا کہ اسلام میں تصوف کا بڑا مقام ہے اور اسلام کو اچھی طرح سمجھنے کے لئے میں نے امام غزالی کی کتاب "نسخۂ کیمیا" خریدی ۔ جب میں یہ کتاب لیکر واپس آ رہا تھا تو راستے میں مجھے نائیک عصمت اللہ مل گیا ۔ مجھے کتاب اٹھائے دیکھ کر پوچھا سر ! یہ کون سی کتاب ہے ؟ میں نے کہا اس کو تم نہیں سمجھ سکتے یہ بہت بڑے عالم کی لکھی ہوئی کتاب ہے ۔ اچانک مجھے خیال آیا ۔ میں نے کہا کہ معاملہ تو تمہارا ذاتی ہے لیکن اگر محسوس نہ کرو تو ایک بات پوچھوں کہنے لگا سر ! بڑی خوشی سے پوچھئے ۔ میں نے کہا کہ تمہارے اور ملک جان کے بارے میں مجھے کچھ اس طرح کی باتیں بتائی گئی ہیں یہ کہاں تک صحیح ہیں ؟ اس پر اس نے ذرا تفصیل سے روشنی ڈالی اور کہا کہ سر ! ہمارا مذہب اسلام ہے ۔

الحمد للہ ہم مسلمان ہیں لیکن ہمارا کسی فرقے سے کوئی تعلق نہیں ۔ نماز یں ہم ان لوگوں کے ساتھ اس لئے نہیں پڑھتے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ "بیشک نماز مقررہ وقتوں میں مومنوں پر فرض ہے" ان لوگوں کا چونکہ عقیدہ صحیح نہیں ہے اس لئے ان کے پیچھے ہماری نماز نہیں ہوتی ۔ میں نے کہا کیسے صحیح نہیں ہے ؟ کہنے لگا کہ اللہ تعالیٰ قرآن میں اعلان کرتا ہے اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآئِنُ رَبِّكَ اَمْ هُمُ الْمُصَيْطِرُوْنَ ؁

"کیا ان کے پاس تمہارے پروردگار کے خزانے ہیں یا یہ داروغہ ہیں یعنی ان پر ان کا حکم چلتا ہے ؟" (الطور ۳۷)

دیکھئے سر ! اللہ فرماتا ہے کہ تمام خزانے اسی کے پاس ہیں اور ان پر صرف اسی کا حکم چلتا ہے ۔ وہ جسے چاہتا ہے زیادہ یا کم دیتا ہے لیکن یہ لوگ لاہور والے علی ہجویری کو داتا گنج بخش کہتے ہیں کہ وہ خزانے بخشنے والا ہے سورۂ رحمٰن میں اللہ فرماتا ہے ۔ يَسْئَلُهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ "آسمان اور زمین میں جو بھی ہیں سب اسی سے مانگتے ہیں" ۔ وہی ایک ذات فریاد رسی کرنے والی ہے ۔ تمام انبیاء علیہم السلام اور نیک بندوں نے اپنی مشکلات میں اللہ ہی کو پکارا ہے ۔ اسی سے فریاد کی ہے لیکن یہاں آپ دیکھئے ۔ ان لوگوں کا عقیدہ ہے کہ فریاد کو سننے والا شیخ عبدالقادر جیلانی ہے اس لئے ان کو غوث یعنی (فریاد رس) بلکہ غوث الاعظم کہتے ہیں اور اس کے نام کی گیارہویں کرتے ہیں حالانکہ غیر اللہ کی نذر و نیاز کو اللہ نے قرآن میں چار مقامات پر حرام قرار دیا ہے ۔ اس طرح اللہ کی صفات ، اس کے حقوق اور اختیارات انہوں نے اس کی مخلوق کو دے دیئے ہیں جبھی تو یہ نعرے عام لگتے ہیں اور یہ پکاریں ہر طرف سنی جا رہی ہیں " بری بری امام بری ، میری کھوٹی قسمت کرو کھری " مولا علی مشکل کشا ، میری کشتی پار لگا دینا " بھر دو جھولی میری یا محمد ! یہی شرک ہے جس کے لئے اللہ اپنی کتاب میں فرماتا ہے کہ وہ اس گناہ کو کبھی معاف نہیں کرے گا ۔ اور جو آج ہر طرف عام ہو رہا ہے اس لئے ہم شرک کرنے والے کو اپنا امام بنا کر اس کے پیچھے نماز نہیں پڑھ سکتے ۔

عصمت اللہ سے تفصیلی جواب سن کر میں نے کہا کہ بھائی ! باتیں تمہاری بالکل صحیح ہیں ۔ ہم لوگ برائے نام ہی مسلمان رہ گئے ہیں بہرحال میں پھر تم سے بات کروں گا ۔ میں نے ان ساری باتوں کا ذکر اپنے میجر صاحب سے کیا کہ یہ لوگ بات تو ٹھیک کرتے ہیں قرآن و حدیث سے باہر نہیں جاتے ۔ میجر صاحب نے کہا کہ اتنی جلدی کوئی فیصلہ نہیں کرو ، اپنے طور پر اچھی طرح تحقیق کر لو ۔ ان کا لٹریچر منگوا لیتے ہیں ۔ میں نے ملک جان کو بلوا کر کہا کہ تم اپنا لٹریچر لے کر آؤ ۔ چنانچہ وہ راولپنڈی سے جا کر کتابوں کے دو سیٹ اور ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی مرحوم کی تقاریر کے دو کیسٹ لے کر آیا ۔ میں نے کرائے کے لئے پیسے دینا چاہے مگر اس نے یہ کہہ کر لینے سے انکار کر دیا کہ دین کے معاملے میں پیسے لینا صرف مولویوں اور پیروں کا کام ہے ، مسلمانوں کا نہیں ۔ میں شرمندہ سا ہو گیا اور زیادہ اصرار نہ کیا ۔ اس کے بعد میں نے کیسٹ میجر صاحب کو دیئے اور خود کتابوں کا مطالعہ شروع کر دیا ۔ مطالعے کے دوران یہ بات میرے دل و دماغ

کے اندر اترتی چلی گئی کہ واقعی ہم لوگ گمراہی کے اندھیروں میں بہت دور نکل گئے ہیں۔ ہماری تخلیق کا مقصد تو صرف اللہ کی بندگی ہے جس کو ہم فراموش کر بیٹھے ہیں۔ اب زبانی دعوے اور اقرار چاہے کچھ بھی ہوں (یعنی نماز کی حالت میں ہاتھ باندھ کر صرف اور صرف اللہ کی بندگی اور اسی سے استعانت کا عہد کرتے ہیں) لیکن عملاً معاملہ اس کے برعکس ہے۔ ہم اپنے خالق اور معبودِ حقیقی سے بندگی کا رشتہ توڑ چکے ہیں۔

کھانا کھا کر میں نے میجر صاحب سے پوچھا کہ کیسٹوں میں کیا کچھ ہے؟ کہنے لگے وہی جو لٹریچر میں ہے۔ میں نے پوچھا پھر کیا خیال ہے؟ کیا دوسرے مذاہب کا مطالعہ بھی ضروری ہے۔ میں نے پوچھا کیا مذہب میں بھی آپ کو شک ہے کہ کون سچا ہے؟ کیا کوئی شک نہیں کہ اللہ کے نزدیک اسلام ہی سچا مذہب ہے۔ لیکن اس میں اور بھی تو بہت سارے فرقے اور جماعتیں ہیں۔ ان کا مطالعہ بھی بہت ضروری ہے کہ وہ کیا کہتے ہیں۔ میں نے کہا سر! ان سے تو بیزار ہو کر یہاں تک پہنچا ہوں۔ اب تو صرف قرآن و حدیث کی طرف بلایا جا رہا ہے۔ بہرحال میں نے دل میں فیصلہ کر لیا کہ چاہے کچھ بھی ہو جائے ان لوگوں کا ساتھ دینا ہے۔ مجھے ابھی تک اس بات کا علم نہیں تھا کہ اجتماعی سطح پر دعوت کا کام باقاعدہ ایک نظم کے تحت ہو رہا ہے۔

دوسرے دن صبح کے وقت جب میں جوانوں کو پی ٹی کروانے لگا تو میں نے ان کو بتایا کہ یہ جو ہم آج سے پہلے دوڑتے وقت دم دم علی علی کا نعرہ لگاتے رہے ہیں قرآن و حدیث کے خلاف ہے۔ اس لئے آج کے بعد نہیں لگے گا اور اگر کوئی نعرہ لگانا ہی ہے تو اللہ اکبر کا نعرہ لگائیں تاکہ اللہ ہم سے خوش ہو۔ انھوں نے کہا ٹھیک ہے سر! ایسا ہی ہوگا۔ لیکن بعد ازاں مجھے عصمت اللہ اور ملک جان نے بتایا کہ وہ صرف آپ کی موجودگی میں ایسا کرتے ہیں۔ جب آپ نہیں ہوتے تو وہی پرانے نعرے لگاتے ہیں۔ ظاہر ہے جب اللہ کا ڈر دلوں میں سے رخصت ہوتا ہے تو پھر دنیا کی ہر چیز سے انسان ڈرتا ہے۔ ان دنوں میں نے قرآن مجید کو دوبارہ ترجمے کے ساتھ پڑھنا شروع کر دیا۔

جیسے جیسے میں قرآن پڑھتا گیا میرے دل کو اطمینان اور یقین کو استحکام ملتا گیا۔ میں نے دیکھا کہ قرآن کی ساری دعوت توحید کے گرد گھومتی ہے۔ اللہ کے سارے انبیاءً علیہم السلام نے ہر دور میں انسانیت کے سامنے یہی ایمان کا مسئلہ پیش کیا ہے کہ اللہ کے علاوہ تمہارا کوئی الٰہ نہیں، اس لئے اسی کی بندگی کرو۔ اسی کے سامنے سر جھکاؤ، اسی کے نام کی نذر و نیاز کرو، اپنی مشکلات میں اسی کو پکارو، اسی سے امید رکھو اور اسی سے خوف کھاؤ۔ اللہ کے ہاں ایمان وہی قابلِ قبول ہے جو ہر طرح کے شرک سے پاک ہو۔ یہ بنیادی مسئلہ ہے۔ اگر یہ درست ہو جائے تو پھر انسانیت کے سارے مسئلے حل ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سچے ایمانداروں کا حامی و مددگار ہے وہ ان کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لاتا ہے: اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ (البقرہ ۲۵۷)

اس سے پہلے بھی قرآن کو کئی بار ترجمے کے ساتھ پڑھ چکا تھا لیکن اس دفعہ صحیح معنوں میں محسوس ہوا کہ بیشک اللہ کی کتاب ان لوگوں کے لئے ہدایت کا دروازہ کھولتی ہے جو ہدایت کے طالب بن کر اس سے تعلق جوڑتے ہیں اور اللہ کی نافرمانی سے بچنا چاہتے ہیں۔ اللہ نے بڑا فضل و کرم فرمایا ہے اس احساس تشکر سے بے اختیار رو پڑتا۔ اسی دوران ایک دن کی چھٹی لے کر گھر پہنچا کہ اپنی ماں سے جو مجھے سب سے زیادہ پیاری ہیں اس کا اظہار کروں کہ زندگی کا کیا بھروسہ ہے موت کسی وقت بھی آ سکتی ہے۔ اس لئے اولین فرصت میں ان کے سامنے بات رکھی خود بھی رو دیا اور ان کو بھی رلایا۔ شام کو واپس آیا۔ رات کو میجر صفدر صاحب سے کچھ گپ شپ ہوگئی۔ انہوں نے بتایا کہ دو دن بعد جی او سی صاحب کی انسپکشن ہے۔ ہم اس کی تیاری کے لئے کمپنی کو ہدایات دے دیں وغیرہ۔ اس کے بعد میں نے ملک جان اور عصمت اللہ کو بلایا اور انہیں بتایا کہ میں اسلام کو اچھی طرح سمجھ گیا ہوں اور میں نے سچے دل سے ایمان قبول کر لیا ہے آپ دونوں کے سامنے کلمہ پڑھ کر اس کا اقرار کرتا ہوں باقی دل کا حال اللہ جاننے والا ہے۔ پھر میں نے عصمت اللہ سے کہا کہ صبح میں اس بات کا اعلان کروں گا۔ اس نے کہا اتنی جلدی نہ کریں آپ کے لئے مسئلہ بن جائے گا۔ صبح چھ بجے میں نے کمپنی کو جمع کرایا اور عصمت اللہ سے کہا کہ ان کے سامنے بغیر کسی خوف و خطر کے پوری دعوت پیش کرو۔ اس نے ایسا ہی کیا بعد میں میں نے اس کی تائید کی اور ان لوگوں کو تلقین کی کہ یہی اللہ کی بندگی کا تقاضا ہے اور اس کے دین پر چلنا ہے۔ اس کے بعد یہ اجتماع برخاست ہوا اور میں نے صوبیدار صاحب سے کہا کہ اب میجر صاحب کے احکامات کے مطابق جوانوں کی ڈیوٹی لگا دیں اور سارا اپنا کام شروع کر دیں۔ ناشتے کے بعد جب میں کمپنی کا چکر لگانے گیا تو دیکھا کہ آج روزمرہ کے معمول سے ہٹ کر کام ہو رہا ہے۔ میں نے صوبیدار سے پوچھا کہ یہ سب کچھ کس نے چھیڑا ہے تو انہوں نے کہا کہ جنرل صاحب ہماری انسپکشن کرنے آ رہے ہیں اور یہ چیزیں ان کو دکھانے کے لئے تیار کی جا رہی ہیں۔ میں نے ان سے کہا کہ آپ یہ کام نہ کریں بلکہ وہ کام کریں جو آج معمول کے مطابق ہونا چاہیئے تھا۔ مثلاً ہتھیاروں کی صفائی وغیرہ۔ اس پر بات میجر صاحب تک پہنچی۔ وہ خاصے گرم ہو گئے لیکن میں نے ان سے یہی کہا کہ معمول سے ہٹ کر غیر ضروری کام ہو رہا ہے اسی لئے میں نے منع کیا ہے۔ محض سینئر افسران کو خوش کرنے کے

لئے وقتی طور پر وہ کام کرنے سے کیا فائدہ جو عملی طور پر ہم نہیں کرتے؟

میجر صاحب نے بات کرنل صاحب تک پہنچائی۔ تھوڑی دیر بعد کرنل انجم اثر صاحب تشریف لائے۔ میں نے ان کے سامنے بھی یہی بات کی۔ انہوں نے میجر صاحب سے کہا کہ کوئی بات نہیں اپنا بچہ ہے تھوڑا جذباتی ہو گیا ہے۔ میں اسے پندرہ دن کی چھٹی بھیج رہا ہوں۔ گھر سے آ کر ٹھیک ہو جائے گا پھر مجھ سے کہا کہ تم چھٹی گذار کر آؤ میں تمہیں سٹاف اپائنٹمنٹ دوں گا۔ اور مجھے جیپ پر لیجا کر گوجرخان والی بس پر بٹھا کر آئے۔ مجھے بس پر بٹھانے کے بعد واپس آ کر کمپنی میں دوبارہ لوگوں سے پوچھا عصمت اللہ اور ملک جہاں سے بھی بات کی اور ان سے کہا کہ تم دونوں کا میں کورٹ مارشل کروں گا اور تمہارے لیفٹیننٹ صاحب کا تو اب فوج میں رہنا ممکن ہی نہیں۔ ان دونوں کو کرنل صاحب بٹالین ہیڈ کوارٹر لے گئے جہاں سے بالآخر ان کو سروس سے فارغ کر دیا گیا۔

میں گھر جا کر دو دن تک شدید اضطرابی کیفیت میں مبتلا رہا اور پھر یونٹ میں واپس آ گیا۔ پھر کرنل صاحب سے تفصیلی بات ہوئی۔ کرنل صاحب چونکہ شیعہ تھے اس لئے ان کو اس بات سے بہت تکلیف ہوتی تھی جب میں یہ کہتا کہ علی رضی اللہ عنہ مشکل کشا نہیں بلکہ وہ خود اپنی مشکلات میں اللہ کو پکارنے والے تھے۔ پھر وہ مجھے بریگیڈیئر معین کے پاس لے گئے انہوں نے کرنل صاحب کو شاید یہ مشورہ دیا کہ اسے ذرا سی ایم ایچ میں داخل کروا دو۔ اس کے بعد کرنل صاحب گھر چھوڑنے کے بہانے جیپ پر بٹھا کر زبردستی مجھے ہسپتال میں لے گئے۔ مجھے سی ایم ایچ کے کلوز وارڈ میں داخل کروا دیا گیا۔ وہاں پہنچتے ہی مجھے بے ہوشی کے انجکشن لگائے گئے۔ پھر یہی سلسلہ چلتا رہا۔ ڈیڑھ ہفتے بعد ہیڈ کوارٹر کے بریگیڈیئر فضل حق نے میرا انٹرویو لیا جو فوج کے بہت ہی ماہر، مریض کی ہر تکلیف سمجھنے والے ڈاکٹر سمجھے جاتے ہیں۔ لیکن اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ واحد کا مطلب نہ سمجھ سکے اور فیصلہ دے دیا کہ یہ ذہنی طور پر ٹھیک نہیں اور فوجی سروس کے لئے غیر موزوں ہے۔ تین ماہ تک مجھے ہسپتال میں رکھا گیا اور ایسے طریقوں سے میرا علاج ہوتا رہا کہ بیان نہیں کیا جا سکتا۔ اس کے بعد مجھے فوج سے بغیر کسی فائدے کے، بلکہ اپنی طرف سے ایک نقص لگا کر فارغ کر دیا گیا۔ بہرحال مجھے اس پر کوئی ملال نہیں میرا ضمیر مطمئن ہے۔ قرآن کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ کے انبیاء علیہم السلام کو دعوت حق پیش کرنے پر دیوانہ اور پاگل قرار دیا گیا ہے اُن کے مقابلے میں میری کیا حیثیت ہے تاہم یہ بات مجھ کمزور اور ناچیز کے لئے باعث سعادت ہے کہ توحید بیان کرنے پر یہ سرٹیفکیٹ ملا ہے۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَاءُ ط

بعد میں یونٹ والوں نے جب مجھے الوداعی پارٹی دی تو میں نے پھر سب کے سامنے ایمان کی دعوت پیش کی، انسانی زندگی کا مقصد واضح کیا آخرت یاد دلائی اور جو انجام ہونے والا ہے اس سے باخبر کیا اور اللہ کا شکر ادا کیا کہ اس نے مجھے پھر موقع عطا فرمایا۔ کرنل صاحب نے کہا کہ باتیں تو تمہاری ٹھیک ہیں لیکن بڑی ہمت کی بات ہے ہر ایک دشمن ہو جائے گا۔ میں نے کہا حق کی راہ میں تو یہ سب کچھ ہو گا۔ چنانچہ گاؤں میں واپس گیا تو وہی مخالفانہ صورت حال پیش آئی۔ اپنے عزیزوں اور گاؤں والوں نے الیکشن میں ووٹ ڈالنے پر زور دیا، میں نے اور میری ماں نے انکار کر دیا۔ ہمارے رشتہ داروں نے قطع تعلق کی دھمکی دی لیکن اللہ کے فضل سے ہم اپنے موقف پر ڈٹے رہے کہ یہ اسلامی طریقہ نہیں ہے اور ہم اس میں حصہ دار نہیں بنیں گے اور اس طرح ان عہد بازوں کے بچاریوں کے حق میں ووٹ نہیں ڈالا۔ راولپنڈی کے ساتھیوں نے ابتداً میری بڑی حوصلہ افزائی کی۔ بعد ازاں ملک کے مختلف حصوں کے ساتھیوں سے مختلف موقعوں پر ملاقات ہوتی رہی جس سے مجھے بڑی تقویت ملی اور سب نے میری حوصلہ افزائی کی۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو اس کا اجر دے اور مجھے ایمان اور اسلام کے اوپر استقامت عطا فرمائے، مزید ہمت اور توفیق سے نوازے کہ میں اس کی بندگی کا حق ادا کر سکوں اور اس کی بات اس کے آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق دنیا والوں تک پہنچانے میں بھرپور کردار ادا کر سکوں۔ آمین! اپنے جملہ ساتھیوں سے گذارش ہے کہ مجھے اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔ اللہ ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔ آمین!



نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے پہلے کسی امت میں جو نبی مبعوث کیا ہے اس کی امت میں سے اس کے کچھ حواری اور صحابی ہوتے رہے جو اس کے طریقہ پر کاربند اور اس کے پیروکار رہتے۔ پھر ان کے بعد کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ جو زبان سے کہتے ہیں وہ کرتے نہیں اور ان کاموں کو کرتے ہیں جن کا حکم نہیں دیا جاتا پس جس نے اپنے ہاتھ سے ان لوگوں کا مقابلہ کیا وہ بھی مومن تھا اور جس نے دل سے مقابلہ کیا (ان کو برا سمجھا) وہ بھی مومن تھا اور اس کے علاوہ رائی کے دانہ کے برابر ایمان کا اور کوئی درجہ نہیں۔

مسلم: کتاب الایمان

پہلا تبصرہ

کامران رشید





کھاریاں۔ دربار عالیہ موہری شریف میں ممتاز دینی سکالر ڈاکٹر اسرار احمد نے [illegible]

ہوش میں آنے کے بعد آفتاب شیخ کا پہلا لفظ

حیدر آباد (نمائندہ جنگ) بھٹو آفتاب احمد شیخ نے آپریشن کے بعد ہوش میں آتے ہی "بے نظیر" کہہ کر گفتگو کا آغاز کیا۔ بھٹو آفتاب شیخ نے اسپتال میں رات کے صحافیوں سے گفتگو کرتے ہوئے [illegible] زندگی اور موت اللہ تعالیٰ کی امانت ہے اور [illegible]



کھاریاں۔ دربار عالیہ موہری شریف کی جامع مسجد میں منعقدہ محفل میلاد سے خواجہ محمد معصوم سجادہ نشین، ڈاکٹر اسرار احمد، مولانا کوکب نورانی اور حافظ عبدالرزاق خطاب کر رہے ہیں

قندِ مکرر

شعبۂ تحقیق

تحقیق و نظر

ابنِ رشید

"آئینہ ان کو دکھایا تو برا مان گئے!"

"حبل اللہ" کی پچھلی اشاعت میں ہم نے جماعت اسلامی کے ترجمان ہفت روزہ "ایشیا" لاہور میں شائع شدہ مضمون اور اکابرینِ جماعت کا ایک اخباری بیان شائع کیا تھا جس پر ہمارے چند مہربان برا مان گئے۔

سچ پوچھئے تو ایسی تحریریں شائع کرتے ہوئے ہمیں بھی دکھ ہی ہوتا ہے لیکن ہم کیا کر سکتے ہیں۔ حقائق سے بہرحال صرفِ نظر تو نہیں کیا جا سکتا۔ اصل میں افسوس تو اس بات کا ہے کہ وہی جو کل تک دنیا کی اصلاح کرنے کا عزم لے کر اٹھے تھے اور تجدید احیائے دین کے علمبردار بن کر حقیقی کامیابی و کامرانی کا وہی طریقہ بتاتے تھے جو تمام انبیاء علیہم والسلام و آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا رہا ہے، یعنی وہی دعوتِ توحید سے ابتداء اور کفر و شرک کا رد — جو تمام مسائل کا حل ہے —— اور جو اسی راستے کو اسلامی نظام کے قیام کا فطری راستہ بتاتے تھے۔ جنھوں نے جگہ جگہ اپنی تحریروں میں اس مقصدِ حصول کے لئے ہر شارٹ کٹ طریقے کو غلط قرار دیا تھا۔ چاہے وہ کچھ سوشل ورک یعنی خدمتِ خلق کی طرز کا کام ہو یا سیاسی ہنگامہ آرائی سے نام لے کر کچھ حاکمانہ اختیارات حاصل کر کے اس منزلِ مقصود تک پہنچا ہو۔ ان کا کہنا تھا کہ "یہ سب کچھ —— کچھ نہیں"۔ " تحریک اسلامی کا یہ طریقہ کار نہیں۔ وہ اثر یا نفوذ و اقتدار جو دوسرے ذرائع سے پیدا کیا جائے۔ اس اصلاح کے کام میں کچھ بھی مددگار نہیں —— جو لوگ لا الٰہ الا اللہ کے سوا کسی اور بنیاد پر آپ کے ساتھ ہیں وہ اس بنیاد پر تعمیر جدید کرنے میں کسی کام نہیں آ سکتے۔"

لیکن افسوس! وصد افسوس! ان ساری حقیقتوں کو بالیقین اور اپنے قلم سے ایک عالم کو روشناس کرا لینے کے بعد خود دنیا کی فسوں کاری کا ایسے شکار ہوئے کہ ان کا عمل خود ان کے اپنے قول کی تردید بن گیا، دنیا کو صحیح راستہ بتانے والوں نے خود غلط راہ اختیار کر لی —— سنتِ رسولؐ کے مطابق انقلابِ اسلامی کا فطری راستہ اختیار کرتے کرتے نہ جانے انہیں کیا ہوا کہ پر مختصر راستے پر چل دیئے اور کوئی شارٹ کٹ انہوں نے نہیں چھوڑا —— یہ محض بے سروپا الزامات نہیں بلکہ ان کی آج کی روش اس پر گواہ ہے —— آیئے ان کی تحریروں کے آئینے میں ان کے موجودہ طرزِ عمل کی ایک جھلک دیکھتے ہیں کہ

یہ مودودی صاحب کی ان تحریروں کا عکس ہے جن کی بنیاد پر جماعت اسلامی قائم کی گئی تھی اور جنہیں آپ نے اپنی کتاب "سیاسی کشمکش" (حصہ سوم) میں مختلف عنوانات کے تحت جمع کر کے شائع کیا تھا۔

" اسلام کی دعوت اور مسلمان کا نصب العین" کے تحت ایک پیراگراف ملاحظہ فرمایئے۔

> قرآن میں ہم دیکھتے ہیں کہ نبی پر نبی آتا ہے اور ایک ہی بات کی طرف اپنی قوم کو دعوت دیتا ہے: یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ۔ خواہ بابل کی سرزمین ہو یا ارض سدوم [illegible] مدین یا حجر کا علاقہ [illegible] خواہ وہ [illegible] صدی قبل مسیح ہو [illegible] خواہ وہ غلام قوم ہو یا آزاد [illegible] دنیا کی [illegible] ہر جگہ ہر دور میں ہر قوم میں اللہ کی طرف سے آنے والے پیغمبروں نے انسان کے سامنے ایک ہی دعوت پیش کی اور وہ تھی کہ اللہ کی بندگی کرو

سیاسی کشمکش حصہ سوم ۹۰ [illegible]

> اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے۔ حضرت ابراہیم نے اپنی قوم سے صاف کہہ دیا کہ ہمارے اور تمہارے درمیان کوئی تعاون، کوئی اشتراکِ عمل نہیں ہو سکتا جب تک کہ تم بھی اس اصول کو تسلیم نہیں کرتے۔ [illegible] حَتّٰى تُؤْمِنُوا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ۔ حضرت موسیٰ نے فرعون کے پاس جا کر [illegible]

اسرائیل کو حوالہ کرنے سے پہلے اپنی تمام [illegible] فرعون [illegible]
اعلان کیا اور حق [illegible] شریعت مطلق کی دعوت کی
ادا سے ادا کو یاد تو رب نہیں ہے بلکہ رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو پیدا کیا اور جینے کا
طریقہ بتایا رَبُّنَا الَّذِیْٓ اَعْطٰی کُلَّ شَیْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰی۔ حضرت عیسیٰ نے جن
کی قوم رومیوں کی غلام ہو چکی تھی، بنی اسرائیل اور آس پاس کی قوموں، رومن امپیریلزم
کے خلاف جنگ آزادی کے جھنڈے کی بجائے دعوت دی تو اس چیز کی طرف
دی کہ [illegible] اللہ [illegible]

جو آزاں بیان کیے گئے ہیں یہ کسی اور دنیا کے نہیں، اسی دنیا کے ہیں جس میں ہم رہتے ہیں، اور ایسے ہی انسانوں سے تعلق رکھتے ہیں جیسے ہم انسان ہیں۔ یہ جن کا جن

کی جن ملکوں اور قوموں میں انبیاء علیہم السلام آئے ان میں سرے سے کوئی بنیادی تمدنی مسئلہ حل طلب تھا ہی نہیں جس کی طرف توجہ کی ضرورت ہوتی؟ یہی [illegible] کہ اسلامی تحریک کے ہر لیڈر نے ہر ملک اور ہر زمانے میں تمام وقتی اور تمدنی مسائل کو نظر انداز کر کے اسی ایک مسئلہ کو آگے رکھا اور اسی پر اپنا سارا زور صرف کیا تو اس سے صرف یہی نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ ان کے نزدیک یہ مسئلہ اہم اساسی تھا اور وہ اسی کے حل پر زندگی کے دوسرے مسائل کے حل کو موقوف سمجھتے تھے۔

اب غور کیجیے کہ اسلامی تحریک کے وہ لیڈر جو خدا کی طرف سے آئے تھے، کیا یہ سب عملی سیاسیات سے نابلد تھے، نہ جانتے تھے کہ انسانی زندگی کے معاملات میں کونسی چیز مقدم اور کونسی مؤخر ہونی چاہیے؟ اور انہیں خبر بھی نہ تھی کہ آزادی کے لیے جدوجہد کس طرح کی جاتی ہے اور ملکی معاملات کو حل کرنے کی کیا تدبیریں ہیں؟ یا پھر ہم سمجھیں کہ اس دور میں جو حضرات اسلام کے نام سے مسلمانوں کے قائد اور رہنما بنے ہوئے ہیں وہ جذبات تحریک پر اتنا بھی عبور نہیں رکھتے ہیں، بہرحال اسلامی تحریک کے مزاج کو وہ نہیں سمجھے اور نہیں جانتے کہ اس تحریک کو چلانے اور آگے بڑھانے کا طریقہ کیا ہے۔

تمام مسلمانوں کو جان لینا چاہیے کہ حقیقت ایک مسلم حقیقت ہے۔ درحقیقت اسی تحریک سے ہے جس کے لیڈر انبیاء علیہم السلام تھے۔ ہر تحریک کا ایک خاص نظامِ فکر اور ایک خاص طریق کار ہوتا ہے۔ اسلام کا نظامِ فکر اور طریق کار وہ ہے جو ہم کو انبیاء علیہم السلام کی سیرت میں ملتا ہے۔ ہم خواہ کسی ملک اور کسی زمانہ میں ہوں، اور ہمارے گرد و پیش زندگی کے مسائل و معاملات خواہ کسی نوعیت کے ہوں، ہمارے لیے مقصد و نصب العین وہی ہے جو انبیاء کا تھا اور اس تک پہنچنے کا راستہ وہی ہے جس پر انبیاء ہر زمانے میں چلتے رہے۔ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ

ہمیں زندگی کے سارے معاملات کو اسی نگاہ سے دیکھنا چاہیے جس سے انہوں نے دیکھا۔ ہمارا نصب العین وہی ہونا چاہیے جو ان کا تھا، اور ہماری تمام تر سعی اسی طریق پر ہونی چاہیے جس پر انھوں نے کاربندی کی تھی۔ اس مسلک کو چھوڑ کر اگر ہم کسی دوسرے مسلک کا نظریہ اور طریقہ اختیار کریں گے تو گویا ہم اس کے بہاؤ میں بہہ جائیں گے [illegible] قرار دے کر اس تنگ زاویے سے معاملات زندگی کو دیکھیں گے جس سے ایک قوم پرست

یا ایک جمہوریت پسند یا ایک اشتراکی ان کو دیکھتا ہے، جو چیزیں ان کے لیے اہم ترین ہیں وہ ہمارے لیے بھی اہم ترین ہوں گی [illegible] اگر ہم ان کے ہم خیال ہو کر ان کے ساتھ شرکت کریں گے، ان ہی کی زبان میں بات کریں گے، اور انہی کے مقاصد پر زور دیں گے [illegible] اپنی وقعت کو ہم خود ہی خاک میں ملا دیں گے۔

"اسلامی حکومت کس طرح قائم ہوتی ہے" کے زیر عنوان جو مقالہ آپ نے ۱۹۴۰ء میں تحریر کیا تھا (جو آج کل اسی نام سے کتابچے کی شکل میں بھی دستیاب ہے) اس میں "اسلامی تحریک کا مخصوص طریق کار" کے تحت آپ لکھتے ہیں ـــــ

اسلامی تحریک کا مخصوص طریق کار — اب میں ایک مختصر تاریخی بیان کے ذریعہ سے اس امر کی تشریح کرنا چاہتا ہوں کہ اسلامی انقلاب کے لیے اجتماعی زندگی کی بنیادوں ہونے اور ازسرِنو تعمیر کرنے کی صورت کیا ہوتی ہے اور اس جدوجہد کا وہ مخصوص طریق کار (Technique) کیا ہے جس سے کامیابی کی منزل تک پہنچتی ہے۔

اسلام دراصل اس تحریک کا نام ہے جو خدائے واحد کی حاکمیت کے نظریہ پر انسانی زندگی کی پوری عمارت تعمیر کرنا چاہتی ہے۔ یہ تحریک قدیم ترین زمانہ سے ایک ہی بنیاد اور ایک ہی ڈھنگ پر چلی آ رہی ہے۔ اس کے لیڈر وہ لوگ تھے جن کو [illegible] کہا جاتا ہے۔ ہمیں اگر اس تحریک کو چلانا ہے تو لامحالہ انہی لیڈروں کے طریق عمل کی پیروی کرنی ہوگی، کیونکہ اس کے سوا کوئی اور طرز عمل اس خاص نوعیت کی تحریک کے لیے نہ ہے اور نہ ہو سکتا ہے۔

اس معاملہ میں ہم کو صرف ایک ہی جگہ سے صاف اور مکمل رہنمائی ملتی ہے اور وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہے۔ اس وقت ہمارے رجوع کرنے کی وجہ نری عقیدت مندی ہی نہیں ہے بلکہ دراصل اس راہ کے نشیب و فراز کو [illegible] کرنے کے لیے اسی وقت رجوع کرنے پر ہم مجبور ہیں۔ اسلامی تحریک کے تمام لیڈروں میں سے صرف ایک محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی وہ تنہا لیڈر ہیں جن کی زندگی میں ہم کو اس تحریک کی ابتدائی دعوت سے لے کر اسلامی اسٹیٹ کے قیام تک اور پھر قیام کے بعد اس اسٹیٹ کی شکل، دستور، داخلی و خارجی پالیسی، اور نظم مملکت تک ایک ایک مرحلے اور ایک ایک

مرحلے کی پوری تفصیلات اور نہایت مستند تفصیلات ملتی ہیں۔ لہٰذا میں اسی ماخذ سے اس تحریک کے طریق کار کا ایک مختصر نقشہ آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اسلام کی دعوت لے کر اٹھے ہیں تو آپ کو معلوم ہے کہ دنیا میں بہت سے اخلاقی، تمدنی، معاشی اور سیاسی مسائل حل طلب تھے۔ رومی اور ایرانی امپیریلزم بھی موجود تھا۔ طبقاتی امتیازات بھی تھے۔ نہایت سخت معاشی استحصال (Economic Exploitation) بھی موجود تھا اور اخلاقی ذمائم بھی پھیلے ہوئے تھے۔ خود آپ کے اپنے ملک میں بہت سے ایسے پیچیدہ مسائل موجود تھے جو ایک لیڈر کے ناخن تدبیر کا انتظار کر رہے تھے۔ ساری قوم جہالت، اخلاقی پستی، افلاس، طوائف الملوکی اور خانہ جنگی میں مبتلا تھی۔ عرب کے تمام ساحلی علاقے، عراق کے زرخیز صوبے سمیت ایرانی تسلط میں تھے۔ شمال میں حجاز کی سرحد تک رومی امپائر پہنچا ہوا تھا۔ خود حجاز میں یہودی سرمایہ داروں کے بڑے بڑے گروہ بنے ہوئے تھے اور انھوں نے عربوں کو اپنی سود خواری کے جال میں جکڑ رکھا تھا۔ مشرقی ساحل کے عین مقابل حبش کی عیسائی حکومت موجود تھی جو چند ہی سال پہلے مکہ پر چڑھائی کر چکی تھی۔ اس کے ہم مذہب اور اس سے ایک گونہ ساتھی وابستگی رکھنے والوں کا ایک جتھا خود حجاز اور یمن کے درمیان نجران کے مقام پر موجود تھا۔ یہ سب کچھ تھا مگر

لیڈر کو اللہ نے رہنمائی کے لیے مقرر کیا تھا اس نے دنیا کے اور خود اپنے ملک کے ان بہت سے مسائل میں سے کسی ایک مسئلہ کی طرف بھی توجہ نہ کی بلکہ دعوت اس چیز کی طرف دی کہ خدا کے سوا تمام الٰہوں کو چھوڑ دو اور صرف اسی ایک اللہ کی بندگی قبول کرو۔

اس کی وجہ یہ نہ تھی کہ اس رہنمائی کی نگاہ میں دوسرے مسائل کوئی اہمیت نہ رکھتے تھے یا وہ کسی توجہ کے لائق ہی نہ تھے۔ آپ کو معلوم ہی ہے کہ آگے چل کر اس نے ان سب

مسئلوں کی طرف توجہ کی اور ان سب کو ایک ایک کر کے حل کیا۔ مگر ابتدا میں ان سب طرف سے نظر پھیر کر اسی ایک چیز پر تمام زور صرف کرنے کی وجہ یہ تھی کہ اسلامی تحریک کے نقطۂ نظر سے انسان کی اخلاقی و تمدنی زندگی میں جتنی خرابیاں بھی پیدا ہوتی ہیں ان سب کی بنیادی علت انسان کا اپنے آپ کو خود مختار (Independent) اور غیر ذمہ دار (Irresponsible) سمجھنا، بالفاظ دیگر آپ اپنا الٰہ بننا ہے یا پھر یہ کہ وہ اللہ کے سوا کسی دوسرے کو صاحب امر تسلیم کرے، خواہ وہ دوسرا کوئی انسان ہو یا غیر انسان۔ یہ چیز جب تک جڑ میں موجود ہے اسلامی نظریہ کی رو سے کوئی اوپری اصلاح، انفرادی بگاڑ یا اجتماعی خرابیوں کو دور کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکتی۔ ایک طرف سے خرابی کو دور کیا جائے گا اور کسی دوسری طرف سے وہ سر نکال لے گی۔ لہٰذا اصلاح کا آغاز اگر ہو سکتا ہے تو صرف اسی چیز سے ہو سکتا ہے کہ ایک طرف تو انسان کے دماغ سے خود مختاری کی ہوا کو نکالا جائے اور اسے بتایا جائے کہ تو جس دنیا میں رہتا ہے وہ درحقیقت بے بادشاہ کی سلطنت نہیں ہے، بلکہ فی الواقع اس کا ایک بادشاہ موجود ہے، اور اس کی بادشاہی نہ تیرے تسلیم کرنے کی محتاج ہے، نہ تیرے ہٹانے سے ہٹ سکتی ہے، نہ تو اس کے حدود سلطنت سے نکل کر کہیں جا سکتا ہے۔ اس امر واقعی کی موجودگی میں تیرا خود مختاری کا زعم ایک احمقانہ غلط فہمی کے سوا کچھ نہیں ہے جس کا نقصان لا محالہ تیرے ہی اوپر پڑے گا۔ عقل اور حقیقت پسندی (Realism) کا تقاضا یہ ہے کہ سیدھی طرح اس کے حکم کے آگے سر جھکا دے اور مطیع بندہ بن کر رہ۔ دوسری طرف اس کو واقعہ کا یہ پہلو بھی دکھا دیا جائے کہ اس پوری کائنات میں صرف ایک ہی بادشاہ، ایک ہی مالک اور ایک ہی خود مختار ہے۔ کسی دوسرے کو یہاں حکم چلانے کا حق ہے اور نہ واقع میں کسی کا حکم چلتا ہے۔ اس لیے

تو اس کے سوا کسی کا بندہ نہ بن۔ کسی کا حکم نہ مان۔ کسی کے آگے سر نہ جھکا۔ یہاں کوئی ہز ہائینس نہیں ہے، ہائینس صرف ایک ہی کو زیبا ہے۔ یہاں کوئی ہز رائل ہائینس نہیں ہے، رائلٹی ساری کی ساری اسی ایک کے لیے خاص ہے۔ یہاں کوئی ہز لارڈ شپ نہیں ہے، لارڈ شپ بالکلیہ اسی ایک کا حصہ ہے۔ یہاں کوئی قانون ساز (Law giver) نہیں ہے، قانون اسی کا ہے اور وہی قانون بنانے کا مختار و سزاوار ہے۔ یہاں کوئی سرکار، کوئی ان داتا، کوئی ولی و کارساز، کوئی دعائیں سننے والا اور فریاد رس نہیں ہے۔ کسی کے پاس اقتدار کی کنجیاں نہیں ہیں۔ کسی کو کسی پر برتری و فوقیت حاصل نہیں ہے۔ زمین سے آسمان تک سب بندے ہی بندے ہیں۔ رب اور حاکم صرف ایک ہے۔ لہٰذا ہر غلامی، ہر اطاعت، ہر پابندی سے انکار کر کے اور اسی ایک کا غلام، مطیع اور پابند حکم بن جا۔ یہ تمام اصلاحات کی جڑ اور بنیاد ہے۔ اسی بنیاد پر انفرادی سیرت اور اجتماعی نظام کی پوری عمارت از سر نو ایک نئے نقشے پر بنتی ہے اور سارے مسائل جو انسانی زندگی میں آدم سے لے کر اب تک پیدا ہوئے اور اب سے قیامت تک پیدا ہوں گے، اسی بنیاد پر ایک نئے طریقہ سے حل ہوتے رہیں۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بنیادی اصلاح کی دعوت کو بغیر کسی سابق تیاری اور بغیر کسی تمہیدی کارروائی کے براہ راست پیش کر دیا۔ انھوں نے اس دعوت کو منزل تک پہنچنے کے لیے کوئی ہیر پھیر کا راستہ اختیار نہ کیا کہ پہلے کچھ سیاسی یا سوشل طرز کا کام کر کے لوگوں میں اثر پیدا کیا جائے پھر اس اثر سے کام لے کر کچھ حاکمانہ اختیارات حاصل کیے جائیں، پھر ان اختیارات سے کام لے کر رفتہ رفتہ لوگوں کو چلاتے ہوئے اس مقام تک لے آئیں۔ یہ سب کچھ نہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ وہاں ایک شخص اٹھا، اور اٹھتے ہی اس نے لا الٰہ الا اللہ کا اعلان کر دیا۔ اس سے کم کسی چیز پر ایک لمحہ کے لیے بھی اس کی نگاہ نہ ٹھیری۔ اس کی وجہ محض جذبۂ جرأت اور جوش نہیں ہے۔ دراصل اسلامی تحریک کا طریق کار یہی ہے۔ وہ اختیار اور نفوذ و اقتدار جو دوسرے ذرائع سے پیدا کیا جائے، اس اصلاح کے کام میں کچھ بھی مددگار نہیں۔ جو لوگ لا الٰہ الا اللہ کے سوا کسی اور بنیاد پر آپ کا ساتھ دیتے رہے ہیں وہ اس بنیاد پر تعمیر جدید کرنے میں آپ کے کسی کام نہیں آ سکتے۔ اس کام میں تو وہی لوگ مفید ہو سکتے ہیں جو آپ کی طرف لا الٰہ الا اللہ کی آواز سن کر آئیں، اسی چیز میں ان کے لیے کشش ہو، اسی حقیقت کو وہ زندگی کی بنیاد بنائیں، اور اسی اساس پر وہ کام کرنے کے لیے اٹھیں۔ لہٰذا اسلامی تحریک کو چلانے کے لیے جس خاص قسم کے تدبر اور حکمت عملی کی ضرورت ہے اس کا تقاضا یہی ہے کہ کسی تمہید کے بغیر کام کا آغاز اسی دعوت توحید سے کیا جائے۔

توحید کا تصور محض ایک مذہبی عقیدہ نہیں ہے جیسا کہ میں ابھی عرض کر چکا ہوں، اس سے اجتماعی زندگی کا پورا نظام جو انسان کی خود مختاری یا غیر اللہ کی حاکمیت و الوہیت کی بنیاد پر بنا ہو، جڑ بنیاد سے اکھڑ جاتا ہے اور ایک دوسری اساس پر نئی عمارت تیار ہوتی ہے۔ آج دنیا آپ کے مؤذن کو اشہدان لا الٰہ الا اللہ کی صدا بلند کرتے ہوئے اس لیے ٹھنڈے پیٹوں سن لیتی ہے کہ نہ پکارنے والا جانتا ہے کہ کیا پکار رہا ہوں، نہ سننے والوں کو اس میں کوئی معنی اور کوئی مقصد نظر آتا ہے۔ لیکن اگر یہ معلوم ہو جائے کہ اس اعلان کا مقصد یہ ہے، اور اعلان کرنے والا جان بوجھ کر اس بات کا اعلان کر رہا ہے کہ میرا کوئی بادشاہ یا فرماں روا نہیں ہے، کوئی حکومت میں تسلیم نہیں کرتا، کوئی قانون کو میں نہیں مانتا، کسی عدالت کے حدود و اختیارات (Jurisdiction) میرے

امتیازی حقوق، کسی کی ریاست، کسی کا تقدس، کسی کے اختیارات میں نہیں مانتا بجز ایک اللہ کے، تو اس سب سے باغی اور منحرف ہوں، تو آپ سمجھ سکتے ہیں کہ اس صدا کو کہیں بھی ٹھنڈے پیٹوں برداشت نہیں کیا جا سکتا۔ آپ خواہ کسی سے لڑنے جائیں یا نہ جائیں دنیا خود آپ سے لڑنے آ جائے گی۔ یہ آواز بلند کرتے ہی آپ کو یوں محسوس ہو گا کہ گویا زمین و آسمان آپ کے دشمن ہو گئے ہیں اور ہر طرف آپ کے لیے سانپ بچھو اور درندے ہی درندے ہیں۔

یہی صورت اس وقت پیش آئی جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آواز بلند کی۔ پکارنے والے نے جان کر پکارا تھا اور سننے والے سمجھتے تھے کہ کیا پکار رہا ہے۔ اس لیے جس جس پہلو سے بھی اس پکار کی ضرب پڑتی تھی وہ اس کو دبانے کے لیے اٹھ کھڑا ہوا۔ پجاریوں کو اپنی برہمنیت و پاپائیت کا خطرہ اس میں نظر آیا۔ رئیسوں کو اپنی ریاست کا، ساہوکاروں کو اپنی ساہوکاری کا، نسل پرستوں کو اپنے نسلی تفوق (Racial Superiority) کا، قوم پرستوں کو اپنی قومیت کا، اجداد پرستوں کو اپنے باپ دادا کے موروثی طریقہ کا، غرض ہر بت کے پرستار کو اپنے بت کے ٹوٹنے کا خطرہ اسی ایک آواز میں محسوس ہوا۔ اس لیے الکفر ملۃ واحدۃ، وہ سب جو آپس

میں رہ گئے تھے، اس کی تحریک سے اٹھنے کے لیے ایک ہو گئے۔ اس حالت میں صرف وہی لوگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آئے جن کا ذہن صاف تھا، جو حقیقت کو سمجھنے اور تسلیم کرنے کی استعداد رکھتے تھے، جن کے اندر سچائی اور حق پرستی موجود تھی جو سب ایک چیز کے متعلق جان لیں کہ حق یہ ہے تو اس کی خاطر آگ میں کود جانے اور موت سے کھیلنے کے لیے تیار ہو جائیں۔ ایسے ہی لوگوں کی اس تحریک کے لیے ضرورت تھی

اس طریقہ کار کو بیان کرنے کے بعد جب ۱۹۴۱ء میں جماعت اسلامی قائم کی گئی اور اس کا دستور ترتیب دیا گیا تو اس میں پہلی ہی شرط عقیدے کی رکھی گئی، اور ایک مسلمان کا جو عقیدہ ہونا چاہیے اسے ان واشگاف الفاظ میں بیان کیا گیا؟

دستور جماعت اسلامی

عقیدہ

۱۔ جماعت اسلامی کا بنیادی عقیدہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے، یعنی یہ کہ صرف اللہ ہی ایک الٰہ ہے، اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں، اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔

تشریح: اس عقیدے کے پہلے جز یعنی اللہ کے الٰہ واحد ہونے اور کسی دوسرے کے الٰہ نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ زمین اور آسمان اور جو کچھ آسمان و زمین میں ہے سب کا خالق، پروردگار، مالک، مدبر اور حاکم صرف اللہ ہے، ان میں سے کسی حیثیت میں بھی کوئی اس کا شریک نہیں ہے۔ اس حقیقت کو جاننے اور تسلیم کرنے سے لازم آتا ہے کہ انسان اللہ کے سوا کسی کو ولی و کارساز، حاجت روا، مشکل کشا، فریاد رس اور حامی و ناصر نہ سمجھے، کیونکہ کسی دوسرے کے پاس کوئی اقتدار نہیں ہے۔ اللہ کے سوا کسی کو نفع یا نقصان پہنچانے والا نہ سمجھے، کسی سے تقویٰ اور خوف نہ کرے، کسی پر توکل نہ کرے، کسی سے امیدیں وابستہ نہ کرے کیونکہ تمام اختیارات کا مالک وہی اکیلا ہے۔ اللہ کے سوا کسی سے دعا نہ مانگے، کسی کی پناہ نہ ڈھونڈے، کسی کو مدد کے لیے نہ پکارے، کسی کو خدائی انتظامات میں ایسا دخیل اور بااثر نہ سمجھے کہ اس کی سفارش سے قضائے الٰہی ٹل سکتی ہو، کیونکہ خدا کی سلطنت میں سب بے اختیار رعیت ہیں خواہ وہ فرشتے ہوں یا انبیاء یا اولیاء۔ اللہ کے سوا کسی کے آگے سر نہ جھکائے، کسی کی پرستش نہ کرے، کسی کو نذر و نیاز نہ دے، اور کسی کے ساتھ وہ معاملہ نہ کرے جو [illegible]

[illegible]

اپنے معبودوں کے ساتھ کرنے کی ہے، کیونکہ تنہا ایک اللہ ہی عبادت کا مستحق ہے۔ اللہ کے سوا کسی کو بادشاہ و مالک الملک، مقتدر اعلیٰ تسلیم نہ کرے، کسی کو بااختیار خود حکم دینے اور منع کرنے کا مجاز نہ سمجھے، کسی کو شارع اور قانون ساز نہ مانے اور ان تمام اطاعتوں کو قبول کرنے سے انکار کر دے جو اللہ کی اطاعت اور اس کے قانون کی پابندی میں نہ ہوں، کیونکہ اپنی تمام کائنات کا ایک ہی جائز مالک اور اپنی خلق کا ایک ہی جائز حاکم اللہ ہے، اس کے سوا کسی کو ملکیت اور حاکمیت کا حق نہیں پہنچتا۔ نیز اس عقیدہ کو قبول کرنے سے یہ بھی لازم آتا ہے کہ انسان اپنی آزادی و خود مختاری سے

دست بردار ہو جائے، اپنی خواہش نفس کی بندگی چھوڑ دے اور [illegible] کو اس نے [illegible] تسلیم کیا ہے۔ آپ نے اپنے آپ کو کسی چیز کا مالک و مختار نہ سمجھے، بلکہ ہر چیز حتیٰ کہ اپنی جان، اپنے اعضاء، اپنی ذہنی و جسمانی قوتوں کو بھی اللہ کی ملک اور اس کی امانت سمجھے۔ آپ نے اپنے آپ کو اللہ کے سامنے [illegible] اور جوابدہ سمجھے اور اپنی قوتوں کے استعمال اور اپنے برتاؤ اور تصرفات میں ہمیشہ اس حقیقت کو ملحوظ رکھے کہ [illegible] ہر چیز کا حساب دینا ہے۔ [illegible] اللہ کی [illegible] اور [illegible] کو معیار قرار دے [illegible]

[illegible] آپ نے اخلاق، [illegible] معاشرت، تمدن، معیشت اور سیاست، غرض زندگی کے ہر پہلو میں صرف اللہ کی ہدایت کو اپنا ضابطہ [illegible] تسلیم کرے، اور [illegible] سے ہر ثابت ہو۔

اس عقیدے کے دوسرے جز یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول اللہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ [illegible] کی طرف سے [illegible] مسلمانوں کو [illegible] کے ذریعے [illegible] ضابطہ قانون بھیجا گیا، اور جن کو اس ضابطہ کے مطابق کام کرنے کے [illegible] کر دیا گیا وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

اس عقیدے کو جاننے اور تسلیم کرنے سے لازم آتا ہے کہ انسان [illegible] اور ہر اس ہدایت کو بے چون و چرا قبول کرے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو، [illegible] کو کسی طریقہ کی پیروی سے روک دینے کے لیے صرف اتنی بات کافی ہو کہ اس چیز یا طریقہ [illegible] سے ثابت ہے [illegible]

[illegible]

[illegible] کے تحت ہو کر اس سے آزاد [illegible] زندگی کے ہر معاملہ میں خدا کی کتاب [illegible] سنت [illegible] ہو اور [illegible] طریقہ کو سنت کے مطابق [illegible] اس کے خلاف ہو اسے ترک کرے، اور [illegible] جس چیز کی طلب ہو اسے حاصل کرنے کے لیے اسی سرچشمہ ہدایت کی طرف رجوع کرے۔ [illegible] اپنے دل سے نکال دے خواہ وہ شخصی ہو یا خاندانی [illegible] قومی، یا نسلی، یا وطنی [illegible] کسی کی محبت [illegible] کی محبت پر [illegible] رسول خدا کے سوا کسی انسان کو معیار حق نہ بنائے، کسی کو تنقید سے بالاتر نہ سمجھے، کسی کی [illegible] ہر ایک کو خدا کے بنائے ہوئے اسی معیار کامل پر جانچے اور پرکھے اور جو اس معیار کے لحاظ سے جس درجہ میں ہو اس کو اسی درجہ میں رکھے۔

لیکن آخر کار اتنے شاندار طریقے سے دعوتِ حق کی ابتدا کرنے والوں کا کیا حال ہوا ۔۔۔؟ چند ہی سال بعد جب انھیں اس راستے کی طویل مسافت اور اس میں پیش آنے والی مشکلات و مصائب کا اندازہ ہوا تو دھیرے دھیرے اس راہِ پُرخطر کو چھوڑ کر مختصر آسان سہل راستہ اختیار کر لیا گیا پھر "سوشل ورک" کرنے کیلئے شعبۂ خدمت خلق کھولا گیا اور سیاسی ہنگامہ آرائی کے لئے جمہوریت کا علم بلند کیا گیا۔ وہی جمہوریت جس کے بارے میں چند سال پہلے مودودی صاحب کے خیالات تھے کہ

مسلمان ہونے کی حیثیت سے میرے لیے اس مسئلے میں بھی کوئی دلچسپی نہیں ہے کہ ہندوستان میں جہاں مسلمان قلیل التعداد ہیں وہاں ان کی حکومت قائم ہو جائے۔ میرے نزدیک جو سوال سب سے اہم ہے وہ یہ ہے کہ آپ کے اس "پاکستان" میں نظام حکومت کی اساس خدا کی حاکمیت پر رکھی جائے گی یا مغربی نظریۂ جمہوریت کے مطابق عوام کی حاکمیت پر؟ اگر پہلی صورت ہے تو یقیناً یہ "پاکستان" ہوگا ورنہ بصورت دیگر یہ ویسا ہی "ناپاکستان" ہوگا جیسا ملک کا وہ حصہ ہوگا جہاں آپ کی اسکیم کے مطابق غیر مسلم حکومت کریں گے، بلکہ خدا کی نگاہ میں یہ اس سے زیادہ ناپاک، اس سے زیادہ مبغوض و ملعون ہوگا کیونکہ یہاں اپنے آپ کو مسلمان کہنے والے وہ کام کریں گے جو غیر مسلم کرتے ہیں۔

اس پر یہ بیٹھے ہے کہ مسلمانوں کی جو قومی اسٹیٹ جمہوری طرز پر قائم ہوگا وہ اسلامی اصول میں آخر کس طرح مددگار ہو سکتا ہے۔ جمہوری حکومت میں اقتدار ان لوگوں کے ہاتھوں میں آتا ہے جن کو ووٹروں کی پسندیدگی حاصل ہو۔ ووٹروں میں اگر اسلامی ذہنیت اور اسلامی فکر نہیں ہے، اگر وہ صحیح اسلامی کیرکٹر کے عاشق نہیں ہیں، اگر وہ اس بے لاگ عدل اور ان بے لچک اصولوں کو برداشت کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں جن پر اسلامی حکومت چلائی جاتی ہے، تو ان کے ووٹوں سے کبھی مسلمان قسم کے آدمی منتخب ہو کر پارلیمنٹ یا اسمبلی میں نہیں آ سکتے۔ اس ذریعہ سے تو اقتدار انہی لوگوں کو ملے گا جو مردم شماری کے رجسٹر میں چاہے مسلمان ہوں، مگر اپنے نظریات اور طریق کار کے اعتبار سے جن کو اسلام کی ہوا بھی نہ لگی ہو۔ اس قسم کے لوگوں کے ہاتھ میں اقتدار آنے کے معنی یہ

کہ ہم اسی مقام پر کھڑے ہیں جس مقام پر غیر مسلم حکومت میں تھے، بلکہ اس سے بھی بدتر مقام پر، کیونکہ وہ "قومی حکومت" جس پر اسلام کا نمائشی لیبل لگا ہوگا، انقلاب کا راستہ روکنے میں اس سے بھی زیادہ جری اور بے باک ہوگی جتنی غیر مسلم حکومت ہوتی ہے۔ غیر مسلم حکومت جن کاموں پر قید کی سزا دیتی ہے، وہ "مسلم قومی حکومت" ان کی سزا پھانسی اور جلاوطنی کی صورت میں دے گی اور پھر بھی اس حکومت کے لیڈر جیتے جی غازی اور مرنے پر رحمۃ اللہ علیہ ہی رہیں گے۔ پس یہ سمجھنا بالکل غلط ہے کہ اس قسم کی قومی حکومت کسی معنی میں بھی اسلامی انقلاب لانے میں مددگار ہو سکتی ہے۔

۔۔۔ اس موقع پر ہمیں جماعت اسلامی کے ممتاز دانشور و اہل قلم نعیم صدیقی صاحب کی وہ مبنی بر حقیقت بات یاد آ گئی جو انہوں نے جنوری ۱۹۸۳ء کے ماہنامہ "ترجمان القرآن" میں "اشارات" تحریر کرتے ہوئے حاشیہ میں کہی ہے ___ صدیقی صاحب کو شکوہ ہے کہ "ہمارے ہاں کے انسانی مواد کی مٹی کی گندھاوٹ میں کوئی ایسی کمی ہے کہ ان "اسلامی لوگوں" میں جماؤ اور ٹھہراؤ یا استقامت نہیں ہے۔ دس بیس برس جم کر کسی نصب العین کے لیے کام کرنا پڑے تو مشکل آدھی تعداد ایسی نکلے گی" (واضح رہے کہ مودودی صاحب کی وفات کے بعد ان کے رسالے "ترجمان القرآن" کا اداریہ "اشارات" نعیم صدیقی صاحب ہی تحریر فرماتے ہیں)۔

سیاست نامہ

جمہوریت کے بارے میں اتنے واضح اور صحیح خیالات رکھنے والے چند ہی سال بعد جمہوریت کے سب سے بڑے چیمپئن بنے ہوئے تھے ملاحظہ فرمائیں۔

لاہور ۱۹ دسمبر ___ مولانا مودودیؒ آج شام ایک دعوت میں تقریر کر رہے تھے جس کا اہتمام مقامی جمہوری پارٹی کے رہنما ملک نذر الرحمٰن نے جماعت اسلامی کی مرکزی مجلس شوریٰ کے اعزاز میں کیا تھا۔ مولانا مودودی نے استقبالیہ میں تقریر کرتے ہوئے کہا "میں اور میری جماعت اسلامی اقدار، جمہوری طریق ہائے کار اور قومی سیاست پر یقین رکھنے والی جماعتوں میں تعاون اور صحیح تر اتحاد کے لیے کوئی کسر اٹھا نہیں رکھیں گے۔ جماعت اسلامی کی پوری کوشش ہوگی کہ آئندہ انتخابات میں ہم خیال جماعتوں کے درمیان کسی بھی مسئلہ پر کوئی اختلاف پیدا نہ ہو۔"
(روزنامہ نوائے وقت لاہور ۲۰ دسمبر ۱۹۶۹ء)

لاہور ۱۲ اپریل امیر جماعت اسلامی مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودی نے کہا ہے کہ وہ عنقریب متحدہ محاذ کے رہنماؤں سے ملاقات کریں گے، جس کے بعد وہ صدارتی اور بنیادی جمہوریتوں کے انتخابات کے متعلق مؤثر مہم شروع کریں گے۔ انہوں نے مزید کہا کہ جماعت اسلامی بنیادی جمہوریتوں کے انتخابات میں زیادہ سے زیادہ حصہ لے گی۔
(روزنامہ نوائے وقت لاہور اکتوبر ۱۹۶۴ء)

مزید دیکھیے ___ دعوت توحید کو اولین مسئلہ اور شرک کو بنیادی خرابی بتانے والوں نے کس طرح پینترا بدلا ہے ___

راولپنڈی ۲۳ فروری مولانا مودودیؒ آج یہاں جمہوری مجلس عمل کے زیر اہتمام ایک عظیم الشان جلسے سے خطاب کر رہے تھے جس میں ایک لاکھ سے زائد افراد شریک تھے۔ مولانا نے کہا اولین مسئلہ بالغ رائے دہی کی بنیاد پر قیادت کا مستقل اور ایک ایسی پارلیمنٹ کا قیام ہے جو بجٹ اور قانون سازی کا مکمل اختیار رکھتی ہو۔ آپ نے پہلے بنیادی خرابی کو دور کرنے پر زور دیا۔ آپ نے کہا بنیادی خرابی سرمایہ دارانہ نظام کا تسلط ہے۔
روزنامہ "نوائے وقت" لاہور ۲۴ فروری ۱۹۶۹ء صفحہ آخر

اس بات کو بھول جائیے کہ چند ہی سال پہلے یہ الفاظ بھی آپ نے ہی تحریر کیے تھے۔

ایک قوم کے تمام افراد کو محض اس وجہ سے کہ وہ نسلاً مسلمان ہیں حقیقی معنی میں مسلمان فرض کر لینا اور یہ توقع رکھنا کہ ان کے اجتماع سے جو کام بھی ہوگا اسلامی اصول پر ہوگا، پہلی اور بنیادی غلطی ہے۔ یہ انبوہ عظیم جس کو مسلمان قوم کہا جاتا ہے، اس کا حال یہ ہے کہ اس کے ۹۹۹ فی ہزار افراد نہ اسلام کا علم رکھتے ہیں، نہ حق اور باطل کی تمیز سے آشنا ہیں، نہ ان کا اخلاقی نقطہ نظر اور ذہنی رویہ اسلام کے مطابق تبدیل ہوا ہے۔ باپ سے بیٹے اور بیٹے سے پوتے کو بس مسلمان کا نام ملتا چلا آ رہا ہے اس لیے یہ مسلمان ہیں۔ نہ انہوں نے حق کو حق جان کر اسے قبول کیا ہے، نہ باطل کو باطل جان کر اسے ترک کیا ہے۔ ان کی کثرت رائے کے ہاتھ میں باگیں دے کر اگر کوئی شخص یہ امید رکھتا ہے کہ

گاڑی اسلام کے راستے پر چلے گی تو اس کی خوشی بھی قابل داد ہے۔

[illegible] ایسے لوگوں کی اکثریت [illegible] اسلامی [illegible] انتخاب میں [illegible] منتخب ہوں گے [illegible] حکومت کرنے والے ہوں [illegible] انقلاب کی شکل [illegible] بات ہے کہ وہ [illegible] اس کے ووٹوں سے وہی لوگ منتخب ہو کر برسر اقتدار آئیں گے جو اس سوسائٹی کی خواہشات [illegible] حاصل کر سکیں گے۔

کراچی ۱۶ اکتوبر (نمائندہ خصوصی) امیر جماعت اسلامی پاکستان مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کا آج یہاں پر شاندار استقبال کیا گیا۔ جوں ہی کراچی ایکسپریس اسٹیشن کی حدود میں داخل ہوئی فضا نعرۂ تکبیر، مولانا زندہ باد، جمہوریت زندہ باد، جماعت اسلامی زندہ باد کے نعروں سے گونج اٹھی۔
(روزنامہ "نوائے وقت" لاہور ۲۲ اکتوبر ۱۹۶۳ء)

کیا جائے تو انسان کے نزدیک درحقیقت اس سے کوئی فرق بھی واقع نہیں ہوتا [illegible] ایک [illegible] خدا [illegible] کون شیطان اس کو آزادی کے لفظ سے تعبیر کر سکتا ہے [illegible]

[illegible]

سلہ تجربات شاہد ہیں کہ حقیقی جمہوریت [illegible]

[illegible]

انتخابات

زندگی و موت کا

مسئلہ بن چکے تھے

ہم جمہوریت کیلئے آخر دم تک لڑیں گے مولانا مودودی کا بیان

محترمہ فاطمہ جناح کی صدارتی انتخاب کے لئے حمایت عین اسلام کے مطابق ہے

دنیا میں جہاں جو خرابی بھی پائی جاتی ہے اس کی بنیاد یہی ایک چیز ہے [illegible] اللہ کے سوا کسی اور کی حاکمیت تسلیم کرنا [illegible] یہی اصل جڑ ہے [illegible] اس سے وہ زہریلے پھل [illegible]

[illegible] دوسری طرف سے شروع ہو جائے۔

ڈکٹیٹرشپ یا مطلق العنان بادشاہی کو مٹایا جائے [illegible] ایک انسان یا ایک خاندان خدائی کے مقام سے ہٹ جائے گا اور اس کی جگہ پارلیمنٹ [illegible] خدا بن جائے گی [illegible] کیا ظلم اور حق تلفی اور فساد فی الارض سے وہ جگہ خالی ہے جہاں پارلیمنٹ کی خدائی ہے؟

کراچی [illegible] اکتوبر (اسٹاف رپورٹر) امیر جماعت اسلامی مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کا [illegible] عوام نے محبت کے ساتھ استقبال کر کے واضح کر دیا ہے کہ ان کے دل کس کے ساتھ ہیں [illegible] زندہ باد کے نعروں سے استقبال کیا اور پھولوں کے ہار پہنائے [illegible] مولانا مودودی [illegible] جماعت اسلامی، مولانا مودودی، اسلامی نظام، جمہوریت زندہ باد اور آمریت مردہ باد کے نعرے لگا رہا تھا۔

شہداد پور

[illegible] ایک خصوصی ملاقات میں مولانا مودودی نے [illegible] جنگ کو بتایا کہ ——— ہم جمہوریت کے لئے آخر دم تک لڑتے رہیں گے اور ہمارا مقصد اس ملک میں اسلامی نظام قائم کرنا ہے۔ انہوں نے کہا کہ جماعت اسلامی نے محترمہ فاطمہ جناح کے صدارتی انتخاب کے لئے حمایت کی ہے وہ عین اسلام کے مطابق ہے۔
(روزنامہ جنگ کراچی [illegible] اکتوبر [illegible] صفحہ اول [illegible])

اللہ کی حاکمیت سے منہ موڑنے والے زیادہ سے زیادہ [illegible] جمہوریت [illegible] تمام دنیا میں مکمل جمہوریت قائم ہو جائے [illegible] اپنے آپ حاکم ہوں [illegible] نہیں، صرف خواہشات [illegible]

اب آپ خود ہی فیصلہ کیجئے کہ اگر یہ اچھی لکھی ہوئی تحریروں پر خود ہی عمل کرتے تو کیا یہ سب کچھ ممکن تھا ——— اتنا شاندار استقبال، لاکھوں کے جلسے، جلوس، زندہ باد کے نعرے ——— نہیں ہم سمجھتے ہیں کہ ایسا کبھی بھی نہیں

آخر ایسا کیوں ہوا؟
اس کی وجہ بھی ہم بتائے دیتے ہیں، دیکھئے ———!

"حقیقی جمہوریت آج تک دنیا میں قائم نہ ہو سکی اور ایسا ہونا عملاً محال ہے۔"
مولانا مودودی [illegible]

ہوسکتا کہ آپ حق کی سچی دعوت دیں اور قوم آپ کو سینے سے لگانے کے لئے تیار ہو، آپ اقامت دین کا داعیہ رکھتے ہوں۔ اور آپ کی قوم آپ پر پھولوں کی بارش برسائے، نہیں ایسا کبھی نہیں ہوا۔ توحید کی بات کرنے والوں پر تو پتھروں کی بارش ہوئی ہے، ان کا استقبال راہ میں کانٹے بچھا کر کیا گیا ہے۔ اس دعوت کے اٹھنے کے بعد پھر زندہ باد کے نعرے نہیں لگتے، بلکہ انبیا بنو اسرائیل کی طرح ناحق قتل کیا جاتا ہے یا پھر قوم فاذا ھم فریقان یختصمون ہو کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح دیس نکالا دے دیتی ہے۔ لیکن یہاں تو پرجوش استقبالوں بڑے بڑے جلسے جلوسوں اور زندہ باد کے نعروں کا نشہ اتنا اثرانگیز تھا کہ گندی سیاست بازی اب ان کے نزدیک اقامتِ دین کا درجہ رکھتی تھی اور زندگی و موت کا مسئلہ بن چکی تھی۔

اب اصل مسئلہ ووٹ حاصل کرنا تھا جس کے لئے قوم کی اکثریت کو راضی کرنا بہت ضروری تھا۔ اس لئے اب ہر ایک کو یقین دلانا پڑ رہا تھا کہ تمہارے اصل خیرخواہ تو ہم ہیں، اگر تمہیں کسی قسم کی غلط فہمی ہے تو اسے دور کرلو اور ہمیں اپنا سمجھو ۔۔۔۔۔

کراچی ۱۸؍ جون (اسٹاف رپورٹر) مولانا مودودی

آج شام اپنی قیامگاہ، مقام تسانیدین میں عام ملاقاتیوں کے سوالات کے جوابات دے رہے تھے ۔۔۔ مولانا نے کہا کہ جماعت اسلامی شیعہ حضرات کی مخالف نہیں ہے اور اس سلسلے میں کوئی غلط فہمی باقی نہیں رہنی چاہیے۔ اہل تشیع کئی مواقع پر جماعت کے ساتھ تعاون کر چکے ہیں اور

جماعت اسلامی نے گزشتہ ۲۳ سالوں میں شیعہ برادری کے خلاف کوئی کام نہیں کیا ہے۔"

"مختلف فرقوں کے بارے میں ایک اور سوال کا جواب دیتے ہوئے مولانا نے کہا کہ جماعت اسلامی میں اہل حدیث بریلوی، دیوبندی اور شیعہ تمام فرقوں کے لوگ شامل ہیں اور ان میں کبھی کوئی جھگڑا نہیں ہوا، ہر شخص اپنے مسلک کے مطابق عمل کرتا ہے۔ اگر جماعت اسلامی برسراقتدار آگئی تو ہر فرقے کے پیروکار کو اپنے مسلک پر عمل کرنے کی پوری اجازت ہوگی۔ کچھ بے خبر لوگ کسی علم کے بغیر دور سے ہی یہ پروپیگنڈہ کر کے لوگوں کو ڈرا رہے ہیں کہ جماعت اسلامی برسراقتدار آنے کے بعد نذر و نیاز اور مزاروں پر پھول چڑھانے پر پابندی لگا دے گی۔"

(روزنامہ جسارت کراچی ۱۹؍ جون ۱۹۷۰ء صفحہ اول کی شہ سرخی)

جمہوری انتخاب کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے دودھ کو بلو کر مکھن نکالا جاتا ہے۔ اگر دودھ زہریلا ہوگا۔ تو اس سے جو مکھن نکلے گا وہ دودھ سے زیادہ زہریلا ہوگا

خاتونِ پاکستان کی کامیابی سے عوام کے بنیادی حقوق بحال ہو جائیں گے

"آئندہ انتخابات ہماری زندگی اور موت کا مسئلہ ہیں" سید ابوالاعلیٰ مودودی

سرگودھا ۱۸؍ اکتوبر (خاتون نمائندہ خصوصی) امیر جماعت اسلامی پاکستان مولانا ابوالاعلیٰ مودودی نے اعلان کیا ہے کہ "آئندہ انتخابات ہماری زندگی اور موت کا مسئلہ ہیں۔" آپ نے کہا کہ "ظلم و استبداد بالآخر ناکام ہوتا ہے اور حق و صداقت کو فتح و نصرت ہوتی ہے" آپ نے خبردار کیا کہ "کسی زیادتی کا جواب زیادتی سے نہ دیا جائے" مولانا مودودی نے یقین ظاہر کیا کہ مادرِ ملت کی کامیابی آمریت کے خاتمہ اور اسلام و جمہوریت کے نظام کے لئے راستے ہموار کرے گی۔ ان کی کامیابی کے بعد ملک میں آمریت کا دور ختم ہوگا اور عوام کے بنیادی حقوق بحال ہو جائیں گے۔

زندگی اور موت کا مسئلہ

امیر جماعت اسلامی جناب سید ابوالاعلیٰ مودودی نے کل شام چار بجے کمپنی باغ سرگودھا میں رفقاء جماعت اسلامی سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ "یہ انتخابات عام نوعیت کے سیاسی انتخابات نہیں بلکہ جبر و استبداد کے مقابلے میں ہماری زندگی اور موت کا مسئلہ ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جبر و استبداد کبھی آسانی سے ہتھیار نہیں ڈالتا بلکہ شکست کے آخری مرحلہ پر وہ زیادہ خطرناک حربے استعمال کرتا ہے۔ آپ نے کہا کہ ہمیں صبر و حکمت سے ان مراحل کا مقابلہ کرنا ہوگا۔ مولانا نے الزام عائد کیا کہ موجودہ حکمران طبقہ نے انتخابات جیتنے کے لئے جماعت اسلامی کو انتخابات سے پہلے ختم کرنے کی کوشش کی اور اب بھی وہ اس جماعت کو کسی نہ کسی طرح ختم کرنے کے اقدامات منصوبے سوچ رہا ہے لیکن ظلم و ستم کا دور حکومت چند دنوں کا کھیل ہوتا ہے اور بالآخر ایسا دور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے گمنامی کے گڑھے میں دفن ہو کر رہ جاتا ہے۔ آپ نے کہا اسلامی طرز حکومت کے قیام کو ہم پاکستان بنانے ہوئے ہیں چنانچہ یہ سیاسی جنگ بھی اب ہمارے لئے اقامتِ دین کا مسئلہ بن چکی ہے۔ مولانا نے مزید کہا کہ جب سے جماعت اسلامی قائم ہوئی ہے اس وقت سے ہم اسلامی نظام حکومت کے قیام کی کوششوں میں مصروف ہیں اور آج تک ہم نے جمہوری اور آئینی طریقہ سے اسلامی نظام حکومت کے لئے پرخلوص کوشش کی ہے۔ آپ نے کہا کہ ہمارا انتخابات میں حصہ لینے کا مقصد بھی یہی ہے۔"

(روزنامہ "کوہستان" لاہور ۱۹؍ اکتوبر ۱۹۶۴ء صفحہ اول کی شہ سرخی)

"ہم جمہوریت کے لئے آخر دم تک لڑیں گے"
مولانا مودودی ۱۸؍ اکتوبر ۱۹۶۴ء

ط شیعوں کے صورت عقائد کا تقریباً سب ہی کو علم ہے لیکن شیعہ مذہب میں ان کے امام کو جو مرکزی حیثیت حاصل ہے اور وہ جن صفات سے متصف کیا جاتا ہے اس سے شاید بہت کم لوگ واقف ہوں۔ ہم یہاں طوالت کی وجہ سے احتیاط برتتے ہوئے اختصار سے کام لیتے ہوئے ان کے امام کی صرف ایک صفت بیان کریں گے جس سے آپ کو یہ اندازہ ہو سکے گا کہ ان کے نزدیک امام کا کیا مرتبہ ہوتا ہے۔

حوالے کے لئے ہم نے مشہور شیعہ رہنما امام خمینی کی کتاب منتخب کی ہے کیونکہ وہ صرف شیعہ فرقے کے نزدیک ثقہ و معتبر ہیں بلکہ پاکستان کی مذہبی تحریک اسلامی المعروف جماعت اسلامی بھی اپنا فکری و انقلابی رشتہ ان سے جوڑ کر خوشی محسوس کرتی ہے۔ سواد اعظم اہلسنت کے خلاف ان کی چلائی ہوئی تحریک کو "خالص اسلامی تحریک" اور ان کے لائے انقلاب کو اسلامی انقلاب ہو برا قول رشتہ سمجھتی ہے۔

یہ اقتباس خمینی صاحب کی کتاب "الحکومت الاسلامیہ" سے ہے جس کے عربی ایڈیشن کا اردو میں ترجمہ و ترتیب امام خمینی کے نام سے جماعت اسلامی کے قائم کردہ ادارے "اسلامی اکادمی منصورہ لاہور" نے اہتمام کیا ہے [illegible] نام اس اکادمی کے ڈائریکٹر اور جماعت اسلامی پنجاب [illegible] کا ہے۔ اس کتاب کا دیباچہ لکھنے کی سعادت بھی انہی کے حصہ میں آئی ہے۔ جس میں انہوں نے امام خمینی کے بارے میں لکھا ہے کہ "وہ حقیقی معنوں میں ایک اسلامی قائد ہیں اور شیعہ و سنی کے فقہی و فکری اختلاف مسلک سے بالاتر ہو کر سوچتے ہیں۔ ان کے نزدیک قرآن و سنت ہی اول و آخر سند ہیں اور ترجیح مسلک کے علاوہ دلیل ہی حجت کا درجہ رکھتی ہے" [illegible] صاحب کی یہ رائے [illegible] ہفت روزہ [illegible] لاہور [illegible] اگست [illegible] قرآن و سنت کو اول و آخر سند ماننے والے کی بنیادی تعلیمات میں کس قسم کے عقائد شامل ہیں۔ مذکورہ کتاب کے صفحہ [illegible] پر "ولایت کائناتی" کے تحت تحریر ہے۔

ولایت کائناتی

امام کے لئے حکومت اور ولایت کا حق ثابت ہونے کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ دنیوی معاملات میں اس اشتغال کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے ہاں امام کی قدر و منزلت جاتی رہتی ہے۔ امام کو عام حکمرانوں پر بھی قیاس نہ کریں۔ امام اپنے منصب کے لحاظ سے بہت بلند مقام پر فائز ہوتا ہے۔ اس کی ولایت "کائناتی" ہوتی ہے یعنی اس کائنات کا ذرہ ذرہ اس کے حکم و اقتدار کے آگے سرنگوں ہوتا ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ ہمارے مذہب (شیعہ) کی بنیادی تعلیمات میں یہ عقیدہ موجود ہے کہ ہمارے ائمہ کرام کو اللہ تعالیٰ کے حضور ایسا تقرب حاصل ہے کہ جسے نہ کوئی مقرب فرشتہ پا سکا ہے اور نہ کوئی نبی مرسل۔

اونچی قبر برابر کر دی جائے

عَنْ أَبِي الْهَيَّاجِ الْأَسَدِيِّ قَالَ قَالَ لِي عَلِيٌّ أَلَا أَبْعَثُكَ عَلَى مَا بَعَثَنِي عَلَيْهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ لَا تَدَعَ تِمْثَالًا إِلَّا طَمَسْتَهُ وَلَا قَبْرًا مُشْرِفًا إِلَّا سَوَّيْتَهُ۔ (رواہ مسلم)

ترجمہ: ابو الہیاج اسدی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ علی رضی اللہ عنہ نے مجھ سے کہا کہ اے ابو الہیاج کیا میں تم کو اس کام کیلئے نہ بھیجوں جس کام کے لئے مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا تھا اور وہ کام یہ ہے کہ جاؤ اور جو تصویر تم کو نظر آئے اس کو مٹا دو اور جو قبر اونچی ملے اسے برابر کر دو۔ (مشکوۃ صفحہ ۱۴۸)

[illegible]

[illegible]

"جماعت اسلامی شیعہ حضرات کی مخالف نہیں اور نہ ہی جماعت نے گذشتہ ۲۳ سالوں میں شیعہ برادری کے خلاف کوئی کام کیا ہے"

ـــــ مولانا مودودی

عَنْ جَابِرٍ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُجَصَّصَ الْقَبْرُ وَأَنْ يُبْنَى عَلَيْهِ وَأَنْ يُقْعَدَ عَلَيْهِ۔ رواہ مسلم

ترجمہ: جابرؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر کو پختہ بنانے سے منع فرمایا اور اس سے بھی کہ قبر کے اوپر کوئی عمارت بنائی جائے یا قبر پر بیٹھا جائے۔ (مسلم)

اب اگر مودودی صاحب کے حواری مندرجہ بالا تحریروں کی یہ تاویل کریں کہ اس وقت تک چونکہ پاکستان نہیں بنا تھا اور حالات دوسرے تھے اب جبکہ پاکستان بننے کے بعد حالات بدل چکے ہیں۔ اس لئے جماعت نے بھی اپنا طریقہ کار بدل لیا اور موجودہ طریقہ وقت اور حالات کو دیکھتے ہوئے مصلحتاً اختیار کیا گیا ہے۔ جب اقتدار ہمارے ہاتھوں میں آجائے گا تو ہم اسلام

نافذ کر دیں گے۔

مگر ہماری نظر میں یہ بات ایک بیوقوفی کے سوا اور کچھ نہیں کیونکہ ایک مسلمان کے شایانِ شان تو وہی طریقہ کار ہو سکتا ہے جسے محترم مودودی صاحب نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

"مسلمان" اگر کوئی بے معنی لفظ ہے اور محض قوم کے طور پر انسانوں کے کسی گروہ کے لیے استعمال ہونے لگا ہے، تب تو مسلمانوں کو پوری آزادی حاصل ہونی چاہیے کہ اپنی زندگی کے لیے جو مقصد چاہیں قرار دے لیں اور جن طریقوں پر چاہیں کام کریں لیکن اگر یہ لفظ ان لوگوں کے لیے استعمال ہوا ہے جنہوں نے اسلام کو بطور مسلکِ حیات قبول کیا ہے تو یقیناً مسلمانوں کے لیے کوئی نظریہ، کوئی مقصد اور کوئی طریق کار اسلام کے نظریہ، مقصد اور طریق کار کے سوا نہیں ہو سکتا۔ غیر اسلامی نظریہ اور پالیسی اختیار کرنے کے لیے حالاتِ زمانہ اور مقتضیاتِ وقت کا بہانہ کوئی بہانہ نہیں ہے۔ مسلمان جہاں جس ماحول میں بھی ہوں گے ان کو وقتی حوادث اور مقامی حالات و معاملات سے بہرحال سابقہ پیش ہی آئے گا۔ پھر وہ اسلام آخر کس کام کا اسلام ہے جس کا اتباع صرف مخصوص حالات ہی میں کیا جائے اور جب حالات دگرگوں ہوں تو اسے چھوڑ کر حسبِ موقع کوئی دوسرا نظریہ اختیار کر لیا جائے۔ دراصل تمام مختلف حالات میں اسلام کے اساسی

سیاسی کشمکش (۳) ۹۰

و بنیادی مقصد کے مطابق طرزِ عمل اختیار کرنا ہی مسلمان ہونا ہے۔ ورنہ اگر مسلمان ہر حادثہ اور ہر حال کو ایک جداگانہ نقطۂ نظر سے دیکھنے لگیں اور ہمیشہ موقع و محل دیکھ کر ایک نئی پالیسی وضع کر لیا کریں جس کو اسلام کے نظریہ و مقصد سے کوئی لگاؤ نہ ہو تو ایسے مسلمان ہونے میں اور نامسلمان ہونے میں عملاً کوئی فرق نہیں۔ ایک مسلک کی پیروی کے معنی ہی یہ ہیں کہ آپ جس حال میں بھی ہوں آپ کا نقطۂ نظر اور طریق کار اس مسلک کے مطابق ہو جس کے آپ پیرو ہیں۔ ایک مسلمان سچا مسلمان اسی وقت ہو سکتا ہے جب کہ وہ زندگی کے تمام جزئی معاملات اور وقتی حوادث میں اسلامی نقطۂ نظر اور اسلامی طریقہ اختیار کرے۔ جو مسلمان کسی موقع و محل میں اسلامی پہلو چھوڑ کر غیر اسلامی پہلو اختیار کرتا ہے اور یہ عذر پیش کرتا ہے کہ اس موقع اور اس محل میں تو مجھے غیر اسلامی طریقہ ہی پر کام کرنے دو، بعد میں جب حالات سازگار ہو جائیں گے تو مسلمان بن کر کام کرنے لگوں گا، وہ دراصل یہ اعلان کرتا ہے کہ اسلام کو وہ بجائے خود کوئی ایسا ہمہ گیر نظامِ زندگی ہی نہیں سمجھتا جو زندگی کے ہر معاملہ اور زمانہ کی ہر گردش پر یکساں حاوی ہو سکتا ہو، یا پھر اس کا ذہن اسلام کے سانچے میں پوری طرح نہیں ڈھلا ہے جس کی وجہ سے اس میں یہ صلاحیت نہیں ہے کہ اسلام کے کلیات کو جزئی حوادث پر منطبق کر سکے اور یہ سمجھ سکے کہ مختلف احوال میں مسلمان ہونے کی حیثیت سے اس کی پالیسی کیا ہونی چاہیے۔

اب ہم مزید کوئی تبصرہ نہیں کرنا چاہتے بلکہ آخر میں مودودی صاحب کی اس تحریر کو پیش کرتے ہیں جو ۱۳ فروری ۱۹۸۲ء کے "ایشیاء" میں سرورق پر شائع ہوئی ہے۔

آدمی کے اندر اپنے عقیدے سے خلوص کم اور منافقت بڑھتی چلی جائے تو یہ چیز بالآخر اسے تباہ کر کے چھوڑتی ہے۔ اس لیے آپ کو اپنے اندر یہ خصوصیت پیدا کرنی چاہیے کہ آپ کے عقیدے اور عمل میں کوئی تضاد نہ ہو۔ • سید ابو الاعلیٰ مودودی

اب بھی اگر کوئی ہم سے ناراض ہوتا ہے تو اس کے لیے بھی ہم مودودی صاحب ہی کے وہ الفاظ دہرائیں گے جو انہوں نے اپنی معرکۃ الآراء کتاب "سیاسی کشمکش" حصہ سوم کے مقدمہ میں کہے تھے۔

ایک قوم کے تمام افراد کو محض اس وجہ سے کہ وہ نسلاً مسلمان ہیں حقیقی معنی میں مسلمان فرض کر لینا اور امید رکھنا کہ ان کے اجتماع سے جو کام بھی ہوگا اسلامی اصول ہی پر ہوگا پہلی اور بنیادی غلطی ہے۔

خدا شاہد ہے کہ کسی شخصیت یا کسی پارٹی سے مجھ کو کوئی ذاتی عداوت نہیں ہے۔ میں صرف حق کا دوست اور باطل کا دشمن ہوں۔ جس چیز کو میں نے حق سمجھا ہے اس کے حق ہونے کی دلیل بیان کر دی ہے اور جسے باطل سمجھا ہے اس کے بطلان پر بھی دلائل بیان کر دیے ہیں۔ اگر کوئی شخص مجھ سے اختلاف رکھتا ہو اور وہ دلیل سے میری غلطی واضح کر دے تو میں اپنی رائے واپس لے سکتا ہوں۔ رہے وہ حضرات جو صرف یہ دیکھ کر کہ ان کی پارٹی یا ان کی محبوب شخصیتوں کے خلاف کہا گیا ہے غضبناک ہو جاتے ہیں اور پھر اس سے بحث نہیں کرتے کہ جو کچھ کہا گیا ہے وہ حق ہے یا باطل، تو ایسے لوگوں کے غیظ و غضب کی مجھے کوئی پرواہ نہیں۔ میں نہ ان کی گالیوں کا جواب دوں گا اور نہ اپنے طریقے سے ہٹوں گا۔ ابوالاعلیٰ



انذارِ عام

سنتِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

محمد رمضان، شیخوپورہ

بعض اشخاص خصوصاً تبلیغی جماعتوں سے وابستگان کی طرف سے ڈاکٹر عثمانی صاحب (مرحوم) کی جماعت پر بہت سے اعتراضات میں سے ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ انذارِ عام یعنی گلیوں بازاروں میں لوگوں کو اللہ کی طرف بلانا اور آخرت کے انجام سے ڈرانا موجودہ زمانے میں مناسب نہیں ہے۔ ان کا استدلال یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں لوگ مشرک و کافر تھے اس لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ طریقہ ان کے لئے استعمال کیا تھا۔ موجودہ زمانے میں لوگ چونکہ مسلمان ہیں، اس لئے ان کو اس طرح تبلیغ کرنا مناسب نہیں ہے۔ دراصل یہ بات ایسے اشخاص کی طرف سے کی جاتی ہے جو کہ جان و مال کا خطرہ مول لئے بغیر تبلیغ کرنے کی خواہش رکھتے ہیں اور دنیا میں کسی مصیبت کا مزہ دیکھے یا کسی آزمائش میں پڑے بغیر جنت میں جانے کے خواہشمند ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ ۭ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَاۗءُ وَالضَّرَّاۗءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ ۭ اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ ۝

ترجمہ:۔ کیا تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے حالانکہ تم پر وہ سی آزمائشیں تو آئی ہی نہیں جو تم سے پہلے آئے ہوئے (اہل ایمان) پر آ چکی ہیں۔ ان پر سختیاں اور تکالیف آئیں اور وہ ہلا مارے گئے یہاں تک کہ رسول اور ان کے ساتھ ایمان لانے والے لوگ پکار اٹھے کہ اللہ کی مدد کب آئے گی (تب انہیں مژدہ سنایا گیا) کہ خبردار رہو اللہ کی مدد قریب ہے۔ (بقرہ ۲۱۴)

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ ۝

ترجمہ:۔ کیا تم نے سمجھ رکھا ہے کہ جنت میں داخل ہو جاؤ گے حالانکہ اللہ نے ابھی یہ دیکھا ہی نہیں کہ تم میں جہاد میں جان لڑانے والے اور پامردی دکھانے والے کون ہیں۔ (آلعمران ۱۴۲)

سورہ توبہ میں یوں ارشاد ہے:۔

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تُتْرَكُوْا وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَلَمْ يَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلَا رَسُوْلِهٖ وَلَا الْمُؤْمِنِيْنَ وَلِيْجَةً ۭ

ترجمہ:۔ کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ تم یوں ہی چھوڑ دیئے جاؤ گے حالانکہ ابھی اللہ نے ان لوگوں کو اظاہر طور پر تو دیکھا ہی نہیں جنہوں نے تم میں سے جہاد کیا اور اللہ، رسول اور مومنین کے سوا کسی کو خصوصیت کے ساتھ دوست نہ بنایا ہو۔ (سورۃ توبہ ۱۶)

سورۃ العنکبوت میں ارشاد ہے:۔

اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ ۝ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِيْنَ ۝

ترجمہ: کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ وہ بس اتنا کہنے پر چھوڑ دیئے جائیں گے کہ ہم ایمان لائے اور ان کو آزمایا نہ جائے گا۔ حالانکہ ہم ان سب لوگوں کی آزمائش کر چکے ہیں جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں۔ اللہ کو تو ضرور دیکھنا ہے کہ سچے کون ہیں اور جھوٹے کون۔ (العنکبوت ۲، ۳)

گویا ان لوگوں نے آزمائش سے بچنے کے لئے ایمان کی دعوت دینے کے بجائے اعمال کی دعوت دینا ضروری سمجھا اور صرف اعمال کو راہ نجات قرار دے کر ان اعمال

کو کرنے کی دعوت دینا شروع کر دیا جن کو نہ کرنا لوگ پہلے ہی گناہ سمجھتے ہیں۔ مثلاً :۔ نماز، روزہ، زکوٰۃ وغیرہ۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان سب نیک اعمال کو قبول کرنا ایمان کے ساتھ مشروط رکھا ہے یعنی کسی کے نیک اعمال بھی تب ہی قبول ہوں گے اگر ان کا عقیدہ درست ہوگا۔ ارشاد ربانی ہے :۔ وَيَسْتَجِيبُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَيَزِيدُهُمْ مِنْ فَضْلِهِ ۚ

ترجمہ :۔ اور (اللہ) ان لوگوں کی عبادت قبول کرتا ہے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیا اور ان کو اپنے فضل سے اور زیادہ ثواب دیتا ہے۔

(شوریٰ ۲۶)

۔۔۔۔۔ اور ان کے ان نیک اعمال کو کالعدم کرنے والی چیز شرک ہے کہ جس کا مرتکب اللہ کے عذاب سے نہیں بچ سکتا۔ اللہ ایسے شخص کے تمام نیک اعمال ضائع کر کے اس کو دوزخ میں پھینک دے گا۔ جیسا کہ سورہ انعام میں اٹھارہ برگزیدہ پیغمبروں کا حال بیان کر کے فرمایا گیا :۔

وَلَوْ أَشْرَكُوا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝

ترجمہ :۔ کہ اگر یہ پیغمبر بھی شرک کر بیٹھتے تو ان کا سب کیا کرایا غارت ہو جاتا۔ (سورۃ انعام ۸۸)

اور تو اور خود ہمارے پیارے رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا جا رہا ہے :۔

وَلَقَدْ أُوحِيَ إِلَيْكَ وَإِلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ ۝

ترجمہ :۔ اے نبی ہم نے تم کو بھی وحی بھیج کر بتا دیا ہے اور جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں ان کو بھی کہ اگر (بفرض محال) تم نے شرک کیا تو تمہارا سرمایہ عمل ضائع ہو جائے گا۔ اور تم دیوالیہ ہو جاؤ گے۔ (زمر ۶۵)

اور اللہ ایسا اس لئے کرے گا کہ اس کے ہاں یہ بات طے ہو چکی ہے کہ

إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ ۚ (نساء ۱۱۶)

ترجمہ :۔ اللہ کے ہاں بس شرک ہی کی بخشش نہیں ہے اس کے سوا سب کچھ معاف ہو سکتا ہے کیونکہ

إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ (لقمان ۱۳)

ترجمہ : بے شک شرک سب سے بڑا ظلم ہے۔

اب اعمال کو تباہ کرنے والی چیز یعنی شرک کو نظر انداز کر کے نیک اعمال کی دعوت دینا کہاں کی عقلمندی ہے۔ تبلیغ کے اس اہم معاملہ میں ہم کو جہاں صاف اور مکمل رہنمائی ملتی ہے وہ محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی زندگی ہے۔ اس طرف ہمارے رجوع کرنے کی وجہ نری عقیدتمندی ہی نہیں بلکہ آپ کی حیات طیبہ جو کتاب اللہ کی واضح عملی تعبیر ہے جس سے ہم کو ابتدائی دعوت اسلام سے لے کر اسلامی حکومت کے قیام تک کی مکمل رہنمائی ملتی ہے جب آپ دعوت اسلام پر مامور ہوئے تو اس وقت دنیا اور خاص طور پر عرب میں اخلاقی، سیاسی اور معاشی بدحالی عروج پر تھی۔ برہنہ ہو کر کعبہ کا طواف کرنا۔ سر راہ ننگے بیٹھ کر بول و براز کرنا۔ شراب نوشی، جوا، لوٹ مار، لڑائی فساد غرض ہر وہ برائی ان لوگوں میں موجود تھی جس سے ہر زمانے کے پیغمبروں نے اپنی اپنی امتوں کو روکا تھا۔ ملک میں سود کا کاروبار عروج پر تھا اور تقریباً پورے ملک کو یہودیوں نے سود خوری کے جال میں پھانس رکھا تھا۔ بحر احمر کے مشرقی ساحل پر حبش کی عیسائی حکومت قائم ہو چکی تھی جو کہ چند ہی سال پہلے مکہ پر چڑھائی بھی کر چکی تھی۔ یمن اور عراق کے زرخیز علاقے ایران کے قبضہ میں تھے۔ شمال میں رومی تسلط ملک کے اندر داخل ہو چکا تھا یہ سب مسائل تھے مگر ہم دیکھتے ہیں کہ جب نبی ۔۔۔ صلی اللہ علیہ وسلم نبوت کی ذمہ داری پر مامور ہوئے تو آپ نے بغیر کسی تمہیدی کارروائی

کے اس دعوت کو منزل تک پہنچانے کے لئے کوئی ہیر پھیر کا راستہ اختیار کرنے کی بجائے یک لخت لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ کا اعلان کر دیا۔ اس سے کم کسی چیز پر ایک لمحے کے لئے بھی آپ کی نظر نہ ٹھہری اور اس کا جواب آپ کی قوم نے کیا دیا؟ اس کا اندازہ درج ذیل صرف ایک واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے۔ امام بخاریؒ اپنی کتاب تاریخ الکبیر میں لکھتے ہیں کہ منیب الازدی رضی اللہ عنہ جو صحابی تھے ۔۔۔ فرماتے ہیں کہ میں جاہلیت میں گھر سے نکلا (یعنی اپنے گھر سے مکہ گیا) تو دیکھتا کیا ہوں کہ ایک صاحب لوگوں سے کہہ رہے ہیں :۔ قُوْلُوْا لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ تُفْلِحُوْا

ترجمہ: کہو اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں، فلاح پاؤ گے۔

پس لوگوں میں سے بعض نے ان کے چہرے پر تھوکا اور بعض نے ان پر مٹی پھینکی اور بعض نے گالیاں دیں یہاں تک کہ آدھا دن گزر گیا پھر ایک لڑکی آئی بڑے پیالے میں پانی لے کر اور اس نے ان کا چہرہ دھویا۔ انہوں نے لڑکی سے کہا "اے بیٹی غم نہ کر اور اپنے باپ کے اوپر ذلت اور غلبہ کا خوف دل میں نہ لا" منیب الازدیؓ کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا یہ لڑکی کون ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ بنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم زینب رضی اللہ عنہا ہیں اور وہ ایک باوصف لڑکی تھیں (تاریخ الکبیر باب منیب)

یہ مکی دور کی بات ہے پھر اللہ کے حکم سے ہجرت مدینہ ہوئی مدینہ میں اسلامی ریاست کی بنیاد ڈالی گئی۔ حالات اور ماحول بدل گئے۔

مگر طریقہ تبلیغ میں تبدیلی نہیں ہوئی۔

عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ اسامہ بن زیدؓ نے ان کو بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن گدھے پر سوار ہوئے جس پر زرک کی بنی ہوئی چادر پڑی ہوئی تھی اور بنی حارث بن خزرج کی طرف جناب سعدؓ بن عبادہ کی عیادت کے لئے نکلے اور جناب اسامہؓ آپؐ کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے۔ یہ غزوۂ بدر سے پہلے کی بات ہے۔ آپؐ چل دیئے یہاں تک ایک مجلس کے پاس سے گزرے جس میں عبداللہ بن ابی بن سلول بھی تھا ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ وہ مجلس مخلوط تھی جس میں مسلمان، مشرک، بت پرست اور یہودی سب موجود تھے اور مسلمانوں میں عبداللہؓ بن رواحہ بھی موجود تھے۔ جب مجلس پر سواری کی گرد پڑی تو ابن ابی نے اپنی ناک چادر سے ڈھانپ لی۔ اور کہا کہ ہمارے اوپر گرد نہ اڑاؤ چنانچہ رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سلام کیا اور وہاں کھڑے ہو گئے پھر نیچے اتر کر انھیں اللہ کی طرف بلایا اور ان کو قرآن کریم پڑھ کر سنایا۔ اس پر عبداللہ بن ابی بن سلول نے کہا کہ اے شخص! تم جو کچھ کہتے ہو مجھے اچھا معلوم نہیں ہوتا۔ اگر یہ حق ہے تو ہماری مجلسوں میں آ کر ہمیں تکلیف نہ دیا کرو اور جو تمہارے پاس جائے اسے یہ قصے سنا دیا کرو۔ جناب عبداللہ بن رواحہؓ نے کہا۔ یا رسول اللہ کیوں نہیں، آپ ہماری مجالس میں تشریف دیا کریں کیونکہ ہم اسے پسند کرتے ہیں۔ پس مسلمانوں، مشرکوں اور یہودیوں میں تو تو میں میں ہونے لگی اور قریب تھا کہ ایک دوسرے سے گتھم گتھا ہو جاتے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انھیں برابر چپ کراتے رہے یہاں تک کہ وہ خاموش ہو گئے پھر آپؐ اپنے جانور پر سوار ہو کر چلے اور سعدؓ بن عبادہ کے پاس پہنچے۔

(بخاری کتاب الادب باب کنیۃ المشرک)

آج دنیا آپ کے مؤذن کو اشہد ان لا الہ الا اللہ کی صدا بلند کرتے ہوئے ٹھنڈے پیٹوں سن رہی ہے۔ تو آپ کچھ بیٹھے کہ حالات بدل گئے ہیں، ہرگز نہیں اس کی وجہ حالات میں تبدیلی نہیں بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ نہ پکارنے والا جانتا ہے کہ کیا پکار رہا ہے اور نہ سننے والوں کو اس میں کوئی مقصد اور معنی نظر آتے ہیں لیکن اگر یہ معلوم ہو جائے کہ اعلان کرنے والا جان بوجھ کر یہ اعلان کر رہا ہے کہ میں اللہ کے سوا کسی کو بادشاہ تسلیم نہیں کرتا۔ اللہ کے قانون کے سوا کوئی قانون مجھے منظور نہیں۔ اللہ کے سوا کوئی داتا نہیں مشکل کشا حاجت روا نہیں اور کسی کو اللہ کے سوا دستگیر نہیں مانتا تو اس آواز کو کبھی بھی خاموشی سے نہ سنا جائے۔ آپ خواہ کسی سے لڑنے جائیں یا نہ جائیں دنیا خود آپ سے لڑنے جائے گی۔ یہ آواز بلند کرتے ہی آپ کو یوں محسوس ہو گا کہ یکا یک زمین و آسمان آپ کے دشمن بن گئے ہیں۔ یہی صورت اس وقت پیش آئی جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آواز بلند کی۔ کیونکہ پکارنے والا جانتا تھا کہ وہ کیا پکار رہا ہے اور سننے والے بھی یہ جانتے تھے کہ کیا پکارا جا رہا ہے۔ اس پکار کے خلاف اس وقت جو ردعمل ہوا اس کا اندازہ درج ذیل واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے۔

عروہ بن مسعودؓ صلح حدیبیہ میں بہ حالت کفر شریک تھے ۹ھ میں طائف سے واپسی کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مشرف بہ اسلام ہوئے۔ ان کی زوجیت میں متعدد بیویاں تھیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ وہ ان میں سے چار بیویوں کو اپنے لئے اختیار کریں۔ اس کے بعد انہوں نے واپس ہونے کی اجازت چاہی۔ واپس ہوئے اور اپنی قوم کو اسلام کی دعوت دی لیکن قوم نے ان کی بات نہ مانی۔ جب نماز فجر کا وقت ہوا تو اپنے مکان کے بالاخانے پر چڑھے اور اذان دی۔ جب اشہد ان لا الہ الا اللہ کہا تو قبیلہ ثقیف کے ایک شخص نے ان کو تیر مارا اور شہید کر دیا۔ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی شہادت کی اطلاع ملی تو آپؐ نے فرمایا کہ عروہ بن مسعودؓ کا حال اس شخص کی طرح کا ہے جس کا ذکر سورہ یٰسین میں ہے جس نے اپنی قوم کو اللہ کی طرف دعوت دی اور قوم نے اسے شہید کر دیا۔ (مشکوٰۃ باب اسماء الرجال)

ایک قوم کے تمام افراد کو محض اس وجہ سے کہ نسلاً مسلمان ہیں حقیقی معنوں میں مسلمان فرض کر لینا ایک غلطی کے سوا اور کچھ نہیں۔ یہ انبوہ عظیم جس کو مسلمان کہا جاتا ہے اس کا حال تو یہ ہے کہ اس کی اکثریت نہ اسلام کا علم رکھتی ہے نہ حق و باطل کی تمیز سے آشنا ہے۔ باپ سے بیٹے اور بیٹے سے پوتے کو بس مسلمان کا نام منتقل ہوتا چلا آ رہا ہے اس لئے یہ مسلمان ہیں نہ انہوں نے حق کو حق جان کر اسے قبول کیا اور نہ باطل کو باطل جان کر اسے ترک کیا۔ اگر آپ کو میری ان باتوں پر یقین نہیں آتا تو آج ہی لا الہ الا اللہ (کوئی الٰہ نہیں یعنی کوئی داتا، دستگیر، مشکل کشا، حاجت روا اور فریاد رس نہیں الا اللہ (سوائے اللہ کے) محمد رسول اللہ (اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں) پکاریں تو دیکھیں کہ کتنے مسلمان ہیں جو آپ کی آواز کو خوش آمدید کہتے ہیں۔

آخر میں ہماری پکار یہ ہے کہ آیئے آگے بڑھیے اور اُمت کو موجودہ روش کی بد انجامی سے باخبر کیجئے۔ کیا عجب کہ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے اور آج کے بھٹکے ہوؤں کو ایمان خالص سے سرفراز فرما کر رنگ جہاں بدل ڈالے۔ کہاں ہیں وہ لوگ جو صحابہ کرامؓ کے نقش قدم پر چل کر شرک کو مٹانے اور توحید خالص کو پھیلانے میں ہمارا ساتھ دے سکیں اور کہاں ہیں وہ لوگ جو باطل کو مٹا کر حق کے قیام کے لئے ہمارے ہم سفر بن سکیں۔

سلسلہ سوال وجواب

ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی رحمۃ اللہ علیہ

ترتیب: ڈاکٹر عبد المنعم

سوال:- آپ نے اپنی سب کتابوں میں قرآن کے بعد ہر جگہ بخاری ومسلم کو بطور دلیل پیش کیا ہے۔ کیا وجہ ہے کہ آپ رفع یدین کے بارے میں بخاری ومسلم کی پیروی نہیں کرتے بلکہ نسبتاً کمزور احادیث کا سہارا لیتے ہیں کیا یہ رویہ صرف اس لئے اپنایا گیا ہے کہ اہلِ حدیث حضرات اس پر بہت زیادہ زور دیتے ہیں اور آپ ہر حال میں ان کو مخاطب کرنا چاہتے ہیں کیا ہم مسلمین اور توحید کے دعویدار اس بات کے زیادہ حقدار نہیں کہ سنت کے مطابق عمل کریں۔

جواب:- جو کہتا ہے کہ ہم رفع یدین نہیں کرتے غلط کہتا ہے۔ ہمارے ہاں امام اور مقتدی رفع یدین بھی کرتے ہیں اور ترک رفع بھی۔ اس لئے کہ رفع یدین کی جو روایات ہیں وہ دو شخص صحابہؓ سے ثابت ہیں بخاری میں ایک عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت بیس سال کے تھے اور دوسرے مالک بن حویرثؓ باقی چھ روایتیں اور ہیں ابو ہریرہؓ، انس ابن مالکؓ، ابو سعید خدریؓ اور ابو حمید سعدیؓ کے۔ ان میں کہیں ذکر نہیں ہے رفع یدین کا حالانکہ انہوں نے نماز کی ساری حرکات بتائی ہیں۔ پورے سرمایہ حدیث میں کہیں نہیں آیا کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہو کہ "رفع یدین کرو" ابو حمید سعدیؓ کی روایت بخاری لائے ہیں اور ثابت کیا ہے کہ ترمذی اور ابوداؤد وغیرہ میں جو رفع یدین کی روایت ہے وہ اس کے معیار کی نہیں منکر روایت ہے۔ امام بخاری کے معیار پر جو ابو حمید سعدیؓ کی روایت ہے وہ صرف یہ ہے کہ تکبیر تحریمہ سے پہلے رفع یدین کیا ہے۔ رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد نہیں۔ اللہ کے بندو! میرے پاس جو ثبوت ہے ساری دنیا اس کو مانتی ہے کہ عبداللہ ابن مسعودؓ ترک رفع کرتے تھے۔ اور ان کے علم کا جو مقام تھا وہ بھی سب کو معلوم ہے۔ بہرحال دونوں چیزیں حدیث سے ثابت ہیں اور دونوں پر عمل ہے۔ دونوں کو صحیح سمجھتا ہوں۔ لیکن میں ترجیح دیتا ہوں عبداللہ ابن مسعودؓ کی روایت کو جس کی حمایت کرتے ہیں بخاریؒ، ابو حمید سعدیؓ کی روایت سے۔ دونوں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال ہیں۔ کوئی قولی بات نہیں ہے۔ صحابہؓ نے دیکھا کسی نے یہ فیصلہ دیا کہ آپؐ نے ترک رفع زیادہ کیا ہے۔ کسی نے یہ سمجھا کہ رفع یدین زیادہ کیا ہے دونوں طریقے ہیں جیسے بخاریؒ لائے ہیں عبداللہ ابن بحینہؓ کی روایت کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سہو ہو گیا اور آپؐ جب بیٹھے ہیں قعدے میں تو ہم سمجھے کہ اب سلام پھیریں گے لیکن اتنے میں آپ نے دو سجدے کئے اور پھر سلام پھیرا۔

دوسرا طریقہ عبداللہ ابن مسعودؓ اور ابو ہریرہؓ سے آتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بھول ہو گئی اس کے بعد آپؐ نے پوری نماز پڑھنے کے بعد دونوں طرف سلام پھیرا اور پھر دو سجدے کئے۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح یہاں دو طریقے اختیار کئے اسی طرح رفع یدین اور ترک رفع کے سلسلے میں بھی دو طریقے اختیار کئے۔ اب یہ آپ کی حدیث کی علمیت پر منحصر ہے کہ آپ کس کو ترجیح دیں۔ صحابہؓ کا معاملہ ہے اگر کہیں آپ نے یہ کہہ دیا کہ عبداللہ ابن مسعودؓ اور براء ابن عازبؓ کہ ترک رفع کرتے تھے ان کو نماز کی ترکیب معلوم نہیں تو پھر امام مالک کا فتویٰ لگے گا آپ کافر ہو گئے جو صحابہؓ کے متعلق ایسا خیال کریں۔ چونکہ ایمان نہیں ہے کسی میں اس لئے ایمان کی بات کے بجائے رفع یدین، ترک رفع، آمین بالجہر، آمین بالاخفاء، فاتحہ خلف الامام، ان معاملات میں جھگڑتے ہیں۔ بتاؤ! جب تم پر نماز ہی فرض نہیں تو تم کو کیا حق پہنچتا ہے کہ نماز کے مختلف حالات پر بحث کرو اور آپس میں لڑائی، جھگڑا کرو۔ پہلے ایمان تو درست کرو۔

سوال:- طاہر صاحب (پنجپیری) کا شاگرد کہتا ہے یعنی اس کا مطلب ہے کہ اگر کسی نے یہ کہا کہ مردے سنتے ہیں تو وہ کافر نہیں ہے۔ ان لوگوں کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

جواب:- طاہر صاحب یا ان کی جماعت کے پیچھے جو نقشبندی سلسلے میں بیعت کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھ پر یہ اعتراض ہے کہ میں نبی صلی اللہ

علیہ وسلم کو زندہ نہیں مانتا۔ حالانکہ جب میں حج کرنے گیا ہوں تو میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر جاکر سلام پڑھا اور اپنی شفاعت کی درخواست کی۔ تو یہ حال ہے ان سب کا۔ آج ان دو آدمیوں میں ایک غلام اللہ صاحب کا شاگرد زندہ ہے۔ عنایت اللہ بخاری جو کہلاتے ہیں جنہوں نے ادخال الباطلین کتاب لکھی ہے۔ انہوں نے اپنی کتاب میں یہ بھی لکھا ہے کہ میں ڈاکٹر عثمانی سے برابر ملنے کی کوشش کرتا رہا لیکن ملاقات نہ ہو سکی۔ اس دفعہ (۱۹۸۶ کے اواخر میں) جب میں (ڈاکٹر عثمانی) گجرات کے ایک مقام کوٹلہ عرب علی پہنچا تو ان لوگوں نے کہا کہ بخاری صاحب نے اپنی کتاب میں آپ کے متعلق یہ لکھا ہے۔ میں نے کہا کہ یہ سب جھوٹ ہے ان کا۔ انہوں نے مجھے فریب دینے کے لئے کچھ عرصہ پہلے راولپنڈی میں ہمارے پروگرام کے دوران اپنے ساتھیوں کے ذریعے ایک خط بھیجا تھا کہ میں بیمار تھا۔ بواسیر کا مرض تھا۔ اب ٹھیک ہو گیا ہوں۔ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا لیکن حکومت نے مجھ پر تین مہینے تک گجرات سے باہر جانے کی پابندی لگا رکھی ہے۔ آپ تشریف لائیں تاکہ پرانے دوست ایک جگہ جمع ہو جائیں ہمارے پاس آکر کھانا بھی کھائیں اور جانے سے پہلے ملاقات ضرور ہو جائے۔ میں تو اچھی طرح واقف ہوں ان مولویوں سے۔ یہ سب کچھ جانتے ہوئے نقشبندی سلسلے کے پیر طریقت ہیں۔ وحدت الوجود کا نظریہ ان سب کی رگوں کا خون ہے۔ میں سمجھتا تھا اسے جکڑ کر رکھیں اس لئے کھیلا جا رہا ہے کہ ان کے بہت سے ساتھی ہمارے کام کی وجہ سے ہمارے ساتھ آگئے ہیں۔ ہمارے ساتھی بشیر احمد صاحب کھول کھول کر ان کا شرک بیان کرتے ہیں۔ اب انہوں نے یہ منصوبہ بندی کی ہے کہ ڈاکٹر عثمانی مجھ سے ملاقات کرے۔ اور اس کے بعد اعلان کروں گا کر آیا تھا اور معافی مانگ رہا تھا، مجھ کو بھیج دیا ہے۔ میں سمجھ گیا کہ یہ ایسے ظالم ہیں۔ ان کی ایک ایک رگ سے واقف ہوں۔ اس لئے میں نے اپنے جوان سال ساتھی عبداللطیف حسن صاحب سے کہہ دیا کہ ان کو لکھ دو کہ اس طرح کی ملاقات سے کوئی مقصد حاصل نہیں ہو گا۔ اس طرح ان کو جواب دے دیا گیا تھا۔ چنانچہ اس مرتبہ جو گجرات جانا ہوا تو لوگوں نے یہ کہا۔ میں نے کہا یہ ہمیشہ غلط تاثر دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ آپ بلائیے ان کو یہاں پر سب کے سامنے کھلے میدان میں بات ہو جائے گی۔ وہاں سے کچھ فاصلے پر تھے۔ معلوم ہوا کہ تشریف لے آئے ہیں۔ لیکن انتظار میں رہا۔ کبھی معلوم ہوا کہ بڑے آدمی ہیں ابھی آپریشن ہوا ہے۔ بیٹھ نہیں سکتے مسجد میں ہیں۔ میں نے کہا کہ میں ڈاکٹر ہوں ان کی دیکھ بھال بھی کروں گا۔ بجائے اس کے کہ میں ان کے مریدوں کے حلقے میں جا کر حاضری دوں۔ ان کو یہاں کھلے میدان میں لے کر آئیں تاکہ سب کے سامنے بات ہو۔ چار بجے سے لے کر سوا سات بجے تک وہاں پر انتظار رہا لیکن آنے کا نام نہیں لیا۔ آخر جب پتہ چلا کہ پانچ منٹ میں آنے والے ہیں تو میں نے کہا کہ چلو ٹھہرتے ہیں۔ یہاں تک کہ خود ان کے ساتھی کہنے لگے کہ پاخانے میں داخل ہوئے اور آدھ گھنٹہ بیٹھے رہے۔ جانے لگے کہ میرا دوسری جگہ پروگرام ہے۔ رات کو یہاں سے چلا جاؤں گا۔ بہرحال ساڑھے تین گھنٹے تک بیٹھنے کے باوجود بھی وہ نہ آسکے۔ اب یہ کتاب میں لکھتے ہیں تو یہ ان کی مجبوری ہے۔ ان کا معاملہ یہ ہے اب ان کے پیچھے آپ یہ کہتے ہیں کہ نماز ہو گئی کہ نہیں؟ ان پر نماز نہیں ہے۔ یہ طاغوت ہیں۔ ان کے پیچھے نماز پڑھنے والا طاغوت کا پجاری ہے۔

اللہ کی راہ میں نکلنا!

حمید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: جس بندہ کے لئے اللہ کے پاس کچھ بھلائی ہے وہ مرجانے کے بعد یہ نہیں چاہتا کہ دنیا کی طرف لوٹ آئے چاہے اسے دنیا کی ہر چیز دے دی جائے۔ مگر شہید ـــــــ بوجہ اس کے کہ وہ شہادت کی فضیلت کو دیکھتا ہے۔ لہٰذا وہ اس بات کو پسند کرتا ہے کہ دنیا کی طرف لوٹ کر آئے اور دوبارہ قتل کیا جائے۔

حمید کہتے ہیں کہ میں نے انس بن مالک کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی روایت کرتے ہوئے سنا کہ اللہ کی راہ میں صبح و شام کو تھوڑی دیر چلنا تمام دنیا و مافیہا سے بہتر ہے اور بے شک جنت میں تمہارے لئے ایک چھوٹی سی جگہ جو ایک کمان یا ایک کوڑے کے برابر ہو تمام دنیا و مافیہا سے اچھی ہے اور اگر اہل جنت میں سے کوئی عورت زمین پر آجائے تو وہ تمام فضا کو جو آسمان اور زمین کے درمیان ہے روشن کردے گی اور خوشبو سے بھر دے گی۔

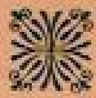
اور بے شک اس کا دوپٹہ جو اس کے سر پر ہے تمام دنیا و مافیہا سے اعلیٰ و افضل ہے۔

(رواہ البخاری)

ذرا بیدار ہو

اے مسلماں خوابِ غفلت سے ذرا بیدار ہو
ہر قسم کی بُت پرستی چھوڑ باکردار ہو
غیر قومیں ہیں مسلّط تجھ پہ آنکھیں کھول لے
روند کر پاؤں میں ان کو سب کا تُو سردار ہو
کھو چُکا ہے اپنی منزل! بھٹکتا ہے در بدر
چاہیئے تھا تجھ کو سب کے واسطے مینار ہو
شرک و بدعت کی گھٹائیں چھائی ہیں افلاک پر
ماسِوا قرآن و سُنّت سب سے تُو بیزار ہو
مومنوں کا ہے مقدّر کامرانی و فتح!!
بن کے مومن پھر سے دُنیا بھر کا تُو سردار ہو
اُسوۂ حسنہ کو رکھ کر سامنے تبلیغ کر
چاہے تیرے سامنے چنگیز کا دربار ہو!
ڈھادے قبّے، پھاڑ جبّے کُفر کا مُنہ نوچ لے
بُت پرستوں، مُشرکوں کے واسطے تلوار ہو!
فرقہ بندی کے اندھیرے غار سے باھر نکل
پھر قرآن و سُنّتِ نبویؐ پہ ہی اقرار ہو

مُحمّد افضلؔ شاھدرہ لاھور



دینداری یا دکانداری



انیس الدین ندوی کراچی

اللہ تعالیٰ نے چودہ سو سال قبل اہلِ ایمان کو اس کاروبار سے ہوشیار کیا تھا جو دینداری کے عنوان سے تقدس کی چادر میں لپٹے ہوئے "پردہ نشین" کیا کرتے ہیں۔

سورہ توبہ کی درج ذیل آیت اُن کی نقاب کشائی کرتی ہے۔

ترجمہ: "اے ایمان والو! بلاشبہ **احبار و رھبان** (مولویوں اور پیروں) کی اکثریت کا حال یہ ہے کہ وہ لوگوں کا مال ناجائز طریقے سے کھاتے ہیں اور اسی پر بس نہیں کرتے بلکہ ان کو اللہ کے راستے سے روکتے ہیں۔" (توبہ ۳۴) انہی **اصحابِ جبہ و دستار** کے بارے میں جو اپنے کاروبار کو فروغ دینے کے لئے دین کی صحیح تعلیمات کو (کاروباری راز کے تحت) چھپاتے ہیں **اللہ فرماتا ہے:**

ترجمہ: "تحقیق، جو لوگ ان احکام کو چھپاتے ہیں جو اللہ نے اپنی کتاب میں نازل کئے ہیں اور ان کے عوض تھوڑی قیمت (حقیر دنیاوی مفاد) حاصل کرتے ہیں وہ اپنے پیٹ محض آگ سے بھر رہے ہیں" (البقرہ: ۱۷۴)

انبیاء علیھم السلام کا وارث ہونے کے دعویداروں کے لئے لمحہ فکریہ!

اللہ تعالیٰ نے جتنے انبیاء دنیا میں مبعوث فرمائے ہیں، اُن میں سے کسی نے بھی دینِ حق کی تبلیغ پر دنیا والوں سے کوئی معاوضہ طلب نہیں کیا بلکہ ہر ایک نے واضح طور پر اعلان فرمایا: **وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ ۖ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَىٰ رَبِّ الْعَالَمِينَ** (الشعراء ۱۰۹)

آج کے نام نہاد علماء، انبیاء علیہم السلام کی سُنّت کے برعکس دین (قرآن و حدیث) کی تعلیم دینے، اذان، امامت و خطابت، تبلیغ دین، صلوٰۃ تراویح میں قرآن سنانے غرض جملہ دینی امور پر تنخواہ و معاوضہ وصول کر رہے ہیں اور پھر بھی انبیاء کے وارث ہونے کا دعویٰ کرنے میں اپنے آپ کو حق بجانب سمجھتے ہیں...... کیا جسارت ہے؟

اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے: وَلَا تَشْتَرُوا بِآيَاتِي ثَمَنًا قَلِيلًا (البقرہ: ۴۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان: "جس نے دنیا کمانے کی غرض سے دین کا علم حاصل کیا وہ قیامت کے دن جنت کی خوشبو تک نہ پائے گا۔" **اور یہ کہ** "قرآن پڑھو مگر اس کو روٹی کمانے کا ذریعہ نہ بناؤ۔"

امام بخاریؒ نے باب باندھا "اس شخص کے گناہ کا جس نے قرآن کو ریاکاری یا روٹی کمانے یا فخر کیلئے پڑھا۔" (کتاب التفسیر

قرآن و حدیث کے مطابق ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ:

اذان، حج، امامت، تعلیم قرآن و فقہ پر تنخواہ لینا ناجائز و حرام ہے (الھدایہ، عربی ص ۲۸۷)

حنفی کہلانے والوں اور فقہ حنفی کی برتری کے راگ الاپنے والوں کیلئے ایک آئینہ...... اگر بُرا نہ مانیں۔

آج فنِ دینداری کے ماہر آخرت سے بے نیاز دین کی دکان لگا کر دنیا کما رہے ہیں یہاں تک کہ اللہ کی کتاب کو تعویذوں کی شکل میں فروخت کیا جا رہا ہے

فَمَا أَصْبَرَهُمْ عَلَى النَّارِ